الحمد للہ والمنت

کہ رسالہ تالیف کردہ مجدد دوران مسیح الزمان

مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان موسوم بہ

الہامی الہامی

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے * جسکی مماثلت کو خدا نے بتادیا * حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب * خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

توضیح مرام

مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا

باردوم ماہ جولائی ۱۸۹۱ء

باہتمام شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند پریس امرتسر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا

قیمت بلا محصولڈاک ..... ۲ ؍

تعداد جلد ۷۰۰



مسیح کا دوبارہ دنیا مین آنا

مسلمانون اور عیسائیون کا کسیقدر اختلاف کیساتھہ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کیطرف اُٹھائے گئے ہین - اور پھر وہ کسی زمانہ مین آسمان سے اُترینگے۔ مین اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ مین لکھہ چکا ہون - اور نیز یہ بھی بیان کرچکا ہون کہ اُس نزول سے مُراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہین بلکہ استعارہ کیطور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دیگئی ہی جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے - اور مجھے یقیناً معلوم ہے کہ میری اس رائے کے شایع ہونے کے بعد جسپر مین بیّنات الہام سے قائم کیا گیا ہون بہت سی قلمین مخالفانہ طور پر اُٹھینگی اور ایک تعجب اور انکار سے بھرا ہوا شور عوام مین پیدا ہوگا - اور میرا ارادہ تھا کہ بالفعل مین کلام کو طول دینے سے مجتنب رہون اور اعتراضات کے پیش ہونے کے وقت اُنکے رفع دفع کے لئے مفصل وجوہات و دلائل جیسے معترضین کے خیالات کے حالات موجودہ ہون پیش کرون - لیکن اب مجھے اُس ارادہ مین نقص معلوم ہوتا ہے کہ میری کوتاہ قلمی کی حالت مین نہ صرف عوام الناس بلکہ مسلمانون کے خواص بھی جو اُنکے بعض مولوی ہین بباعث اپنے قصور فہم کے جو اُنکی حالت متنزلہ کو لازم پڑا ہوا ہے اور نیز بوجہ متاثر ہونے کے ایک پورانے خیال سے خواہ نخواہ میری بات کو ردّ کرنے کے لئے مدّعیانہ کھڑے ہونگے اور اپنے دعوے کے طرفدار بنکر بہر حال اُسی دعوے کی سچّائی ثابت ہوجانا چاہین گے - پس مدعی ہوکر مقابل پر کھڑے ہوجانا اُنکے لئے سخت حجاب ہوجائے گا - جس سے باہر نکلنا اور اپنی مشہور کردہ رائے سے رجوع کرنا اُنکے لئے مشکل بلکہ محال ہوگا - کیونکہ ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی مولوی ایک رائے کو علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر کر دیتا ہے اور اپنا فیصلہ ناطق اُسکو قرار دیتا ہے تو پھر اُس رائے سے عود کرنا اُسکو موت سے بدتر دکھائی دیتا ہے - لہٰذا مینے ترحماً للہ یہ چاہا کہ قبل اسکے کہ وہ مقابل پر آکر ہٹ اور ضد کی بلا مین پھنس جائین آپ ہی اُنکو ایسے صاف اور مدلل طور پر سمجھا دیا جائے کہ

جو ایک دانا اور منصف اور طالب حق کی تسلی کے لئے کافی ہو - اگر بعد مین پھر لکھنے کی ضرورت پڑیگی تو شاید ایسے لوگون کے لئے وہ ضرورت پیش آوے کہ جو غایت درجہ کے سادہ لوح اور غبی ہین جنکو آسمانی کتابون کے استعارات مصطلحات و دقائق تاویلات کی کچھ بھی خبر بلکہ مس تک نہین - اور **لا یمسّہ** کی نفی کے نیچے داخل ہین -

اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہین کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابون کے رو سے جن نبیون کا اسی وجود عنصری کیساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہین - ایک یوحنّا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے - دوسرے مسیح بن مریم جنکو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہین - ان دونون نبیون کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہین کہ وہ دونون آسمان کیطرف اُٹھائے گئے - اور پھر کسی زمانہ مین زمین پر اُترینگے اور تم انکو آسمان سے آتے دیکھو گے - ان ہی کتابون سے کسیقدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ مین بھی پائے جاتے ہین - لیکن حضرت ادریس کی نسبت جو بائبل مین یوحنّا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہین انجیل مین یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ یحیٰی بن زکریا کے پیدا ہونے سے انکا آسمان سے اترنا وقوع مین آگیا ہے چنانچہ حضرت مسیح صاف صاف الفاظ مین فرماتے ہین کہ "یوحنّا جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو" - سو ایک نبی کے محکمہ سے ایک آسمانپر جانے والے اور پھر کسی وقت اترنے والے یعنی یوحنّا کا مقدمہ تو انفصال پا گیا اور دوبارہ اترنے کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی چنانچہ تمام عیسائیون کا متفق علیہ عقیدہ جو انجیل کے رو سے ہونا چاہیے یہی ہے کہ یوحنا جس کے آسمان سے اُترنے کا انتظار تھا وہ حضرت مسیح کے وقت مین آسمان سے اس طرح پر اترا کہ زکریا کے گھر مین اُسی طبع اور خاصیت کا بیٹا ہوا جس کا نام یحیٰی تھا - البتہ یہودی اُسکے اُترنے کے اب تک منتظر ہین اُن کا بیان ہے کہ وہ سچ مچ آسمان سے اُترے گا - اوّل بیت المقدس کے منارہ پر اُس کا نزول ہوگا - پھر وہان سے یہودی لوگ اکھٹے ہو کر اُسکو کسی نردبان وغیرہ کے ذریعہ سے نیچے اتار لین گے - اور جب یہودیون کے سامنے وہ تاویل پیش کیجائے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے اترنے کے بارے مین کی ہے تو وہ فی الفور غصّہ سے بھر کر حضرت مسیح اور ایسے ہی حضرت یحیٰی کے حق مین ناگفتنی باتین سناتے ہین - اور اُس نبی کے فرمودہ کو ایک ملحدانہ خیال تصور کرتے ہین - بہرحال آسمانسے اترنے کا لفظ جو تاویل رکھتا ہے مسیح کے بیان سے اسکی حقیقت ظاہر ہوئی اور اُن ہی کے بیان سے یوحنا کے آسمانسے اُترنے کا جھگڑا طے ہوا اور یہ بات

کھل گئی کہ آخر اترے تو کس طرح اترے ۔ مگر مسیح کے اترنے کے بارے میں اب تک بڑے جوش سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عمدہ اور شاہانہ پوشاک قیمتی پارچات کی پہنے ہوئے ✤ فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اتریں گے۔ مگر ان دو قوموں کا اس پر اتفاق نہیں کہ کہاں اتریں گے۔ آیا مکہ معظمہ میں یا لندن کے کسی گرجا میں یا ماسکو کے شاہی کلیسا میں۔ اگر عیسائیوں کو پرانے خیالات کی تقلید رہزن نہ ہو تو وہ مسلمانوں کی نسبت بہت جلد سمجھ سکتے ہیں کہ مسیح کا اترنا اُسی تشریح کے موافق چاہیے جو خود حضرت مسیح کے بیان سے صاف لفظوں میں معلوم ہو چکی ہے ۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی صورت کے دو امر دو متناقض معنوں پر محمول ہو سکیں۔ یہ بات اہل الرائے کے غور کے قابل ہے کہ اگر حضرت مسیح کی وہ تاویل جو انہوں نے یوحنا کے آسمان سے اترنے کی نسبت کی ہے فی الواقع صحیح ہے تو کیا حضرت مسیح کے نزول کے مقدمہ میں جو اسی پہلے مقدمہ کا ہمشکل ہے اسی تاویل کو کام میں نہیں لانا چاہیے جبکہ الیتین ایک نبی اس سربستہ راز کی اصل حقیقت کھول چکا ہے اور قانون قدرت بھی اسی کو چاہتا اور اُسی کو مانتا ہے تو پھر اس صاف اور سیدھی راہ کو چھوڑ کر ایک پیچیدہ اور قابل اعتراض راہ اپنی طرف سے کھودنا کیونکر قبول کرنے کے لائق ٹھہر سکتا ہے۔ کیا ذی علم اور ایماندار لوگوں کا کانشنس جس کو مسیح کے بیان سے بھی پوری پوری مدد ملگئی ہے کسی اور طرف اپنا رخ کر سکتا ہے اور مسیحی لوگ تو اس وقت سے دس برس پہلے اپنی یہ پیشگوئی بھی انگریزی اخباروں کے ذریعہ سے شایع کر چکے ہیں کہ تین برس تک مسیح آسمان سے اترنیوالا ہے ۔ اب جو خدا تعالےٰ نے اس اترنے والے کا نشان دیا تو مسیحیوں پر لازم ہے کہ سب سے پہلے وہی اُسکو قبول کریں تا اپنی پیشگوئی کے آپ ہی مکذّب نہ ٹھہریں ۔

عیسائی لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حضرت مسیح اُٹھائے جانے کے بعد بہشت میں داخل ہو گئے ۔ لوکا کی انجیل میں خود حضرت مسیح ایک چور کو تسلّی دیکر کہتے ہیں کہ ”آج تو میرے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا“ ✤ اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ بھی متفق علیہ ہے کہ کوئی شخص بہشت میں داخل ہو کر پھر اس سے نکالا نہیں جائیگا گو کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو۔ چنانچہ یہی عقیدہ

✤ **حاشیہ** ۔ یہ پارچات از قسم پشمینہ یا ابریشم ہونگے جیسے چوڑیا ۔ گلبدن ۔ اطلس ۔ کمخواب ۔ زربفت ۔ زری ۔ لاہی یا معمولی سوتی کپڑے جیسے نین سکھ ۔ تن زیب ۔ اینگ ۔ چکن ۔ گلشن ۔ ململ ۔ جالی ۔ خاصہ ۔ ڈوریا ۔ چارخانہ ۔ اور کس نے آسمان میں بُنے اور کس نے سیئے ہونگے اب تک کسی نے مسلمانوں یا عیسائیوں میں سے اسکا کچھ پتہ نہیں دیا۔ منہ

✤ دیکھو انجیل لوکا باب ۲۳ آیت ۴۳

مسلمانون کا بھی ہے - اللہ جلّ شانہ قرآن شریف مین فرماتا ہے وَمَا ھُم مِنْهَا بِمُخْرَجِين - یعنے جو لوگ بہشت مین داخل کئے جائینگے پھر اُس سے نکالے نہین جائینگے - اور قرآن شریف مین اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت مین داخل ہونے کا بہ تصریح کہین ذکر نہین لیکن انکے وفات پاجانے کا تین جگہ ذکر ہے ✤ اور مقدّس بندوں کیلئے وفات پانا اور بہشت مین داخل ہونا ایک ہی حکم مین ہے - کیونکہ برطبق آیت قیل ادخل الجنة - وادخلی جنتی وہ بلا توقف بہشت مین داخل کئے جاتے ہین - اب مسلمانون اور عیسائیون دونون گروہ پر واجب ہے کہ اس امر کو غور سے جانچین کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک مسیح جیسا مقرب بندہ بہشت مین داخل کر کے پھر اُس سے نکالدیا جائے؟ کیا اس مین خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کا تخلف نہین جو اسکی تمام پاک کتابون مین بتواتر و تصریح موجود ہے کہ بہشت مین داخل ہونیوالے پھر اُس سے نکالے نہین جائینگے؟ کیا ایسے بزرگ اور حتمی وعدہ کا ٹوٹ جانا خدا تعالےٰ کے تمام وعدون پر ایک سخت زلزلہ نہین لاتا؟ پس یقیناً سمجھو کہ ایسا اعتقاد رکھنے مین نہ صرف مسیح پر ناجائز مصیبت وارد کروگے بلکہ ان لغو باتون سے خدا تعالیٰ کی کسرشان اور کمال درجہ کی بے ادبی بھی ہوگی - اس امر کو ایک بڑے غور اور دیدہ تعمق سے دیکھنا چاہیئے کہ ایک ادنی اعتقاد سے جس سے نجات پانے کیلئے استعارہ کی راہ موجود ہے بڑی بڑی دینی صداقتین آپکے ہاتھ سے فوت ہوتی ہین - اور درحقیقت یہ ایک ایسا فاسد اعتقاد ہے جسمین ہزارون خرابیان سخت اُلجھن کیساتھ گرہ در گرہ لگی ہوئی ہین - اور مخالفونکو ہنسی اور ٹھٹھے کیلئے موقعہ ہاتھ آتا ہے - مینے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ یہی معجزہ کفار مکّہ نے ہمارے سیّد و مولی حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھین اور روبرو ہی اترین اور انھین جواب ملا تھا کہ قل سُبحان ربّی یعنے خدا تعالےٰ کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھلے کھلے خوارق اس دارالابتلا مین دکھائے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے -

---

✤ **حاشیہ** - قال اللہ تعالی - فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم - دیکھو سورہ مائدہ الجزو نمبر ۷ وان من اھل الکتب الا لیومنن بہ قبل موتہ سورۃ النسا الجزو نمبر ۶ - اذ قال اللہ یا عیسےٰ انی متوفیك ورافعك الیّ - سورہ آل عمران الجزو نمبر ۳ - منہ

اب مین کہتا ہون کہ جو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہین اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا وہ حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے ؟ یہ کمال بے ادبی ہو گی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک کمال کو مستبعد خیال کرین اور پھر وہی کمال حضرت مسیح کی نسبت قریب قیاس مان لین ۔ کیا کسی سچے مسلمان سے ایسی گستاخی ہو سکتی ہے ؟ ہرگز نہین ۔ اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ یہ خیال مذکورہ بالا جو کچھ عرصہ سے مسلمانون مین پھیل گیا ہے صحیح طور پر ہماری کتابون مین اسکا نام و نشان نہین بلکہ احادیث نبویہ کی غلط فہمی کا یہ ایک غلط نتیجہ ہے جسکے ساتھ کئی بیجا حاشیے لگا دیئے گئے ہین اور بے اصل موضوعات سے انکو رونق دیگئی ہے اور تمام وہ امور نظر انداز کر دیئے گئے ہین جو مقصود اصلی کی طرف رہبر ہو سکتے ہین ۔ اس بارے مین نہایت صاف اور واضح حدیث نبوی وہ ہے جو امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مین بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لکھی ہے اور وہ یہ ہے :-

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم یعنے اسدن تمھارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تم مین اتریگا ۔ وہ کون ہے ؟ وہ تمھارا ہی ایک امام ہو گا جو تم ہی مین سے پیدا ہو گا ۔ پس اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ ابن مریم سے یہ مت خیال کرو کہ سچ مچ مسیح بن مریم ہی اتر آئے گا بلکہ یہ نام استعارہ کیطور پر بیان کیا گیا ہے ۔ ورنہ درحقیقت وہ تم مین سے تمھاری ہی قوم مین سے تمھارا ایک امام ہو گا جو ابن مریم کی سیرت پر پیدا کیا جائے گا " ۔ اسجگہ پرانے خیالات کے لوگ اس حدیث کے معنے اس طرح پر کرتے ہین کہ جب حضرت مسیح آسمان سے اترین گے تو وہ اپنے منصب نبوت سے مستعفی ہو کر آئین گے انجیل سے انھین کچھ غرض نہین ہو گی ۔ امت محمدیہ مین داخل ہو کر قرآن شریف پر عمل کرینگے ۔ پنج وقت نماز پڑھینگے اور مسلمان کہلائینگے !!! مگر یہ بیان نہین کیا گیا کہ کیون اور کس وجہ سے یہ تنزل کیحالت انھین پیش آئے گی ۔ بہرحال اسقدر ہمارے بھائیون مسلمان محمدیون نے آپ ہی مان لیا ہے کہ ابن مریم اسدن ایک مرد مسلمان ہو گا جو اپنے تئین امت محمدیہ مین سے ظاہر کریگا اور اپنی نبوت کا نام بھی نہ لیگا جو پہلے اسکو عطا کیگئی تھی ۔ اور درحقیقت یہی ایک بھاری مشکل ہے کہ جو استعارہ کو حقیقت پر حمل کرنے سے ہمارے بھائیو نکو پیش آگئی ہے جسکی وجہ سے انھین ایک نبی کا اپنے منصب نبوت سے محروم ہو جانا تجویز کرنا پڑا ۔ اگر وہ ان صاف اور سیدھے معنو نکو مان لین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک الفاظ سے پائے جاتے ہین جنکے

مطابق پہلے حضرت مسیح یوحنا نبی کے بارے مین بیان فرما چکے ہین تو ان تمام پر تکلف مشکلات سے مخلصی پا جائینگے نہ حضرت مسیح کی روح کو بہشت سے نکالنے کی حاجت پڑیگی اور نہ اُس مقدس نبی کی نبوت کا خلع تجویز کرنا پڑیگا۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہجو ملیح کے مرتکب ہون گے اور نہ احکام قرآنی کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا جائیگا۔

شاید آخری عذر ہمارے بھائیون کا یہ ہوگا کہ بعض الفاظ جو صحیح حدیثون مین حضرت مسیح کے علامات مین بیان کئے گئے ہین انکی تطبیق کیونکر کرین۔ مثلاً لکھا ہے کہ مسیح جب آئے گا تو صلیب کو توڑے گا اور جزیہ کو اٹھا دیگا اور خنزیرونکو قتل کر دے گا۔ اور اُسوقت آئے گا کہ جب یہودیت اور عیسائیت کی بدخصلتین مسلمانون مین پھیلی ہوئی ہونگی۔ مین کہتا ہون کہ صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہین بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اُس کا بُطلان ثابت کر کے دکھا دینا مراد ہے۔ جزیہ اٹھا دینے کی مراد خود ظاہر ہے جس سے یہ اشارہ ہے کہ ان دنون مین خود بخود دل سچائی اور حق کی طرف کھنچے جائینگے کسی لڑائی کی حاجت نہین ہوگی۔ خود بخود ایسی ہوا چلیگی کہ جوق در جوق اور فوج در فوج لوگ دین اسلام مین داخل ہوتے جائین گے۔ پھر جب دین اسلام مین داخل ہونے کا دروازہ کھل جائے گا اور ایک عالم کا عالم اس دین کو قبول کر لیگا تو پھر جزیہ کس سے لیا جائے گا۔ مگر یہ سب کچھ ایک دفعہ واقع نہین ہوگا۔ ہان ابھی سے اسکی بنا ڈالی جائیگی۔ اور خنزیروں سے مراد وہ لوگ ہین جنمین خنزیرونکی عادتین ہین۔ وہ اس روز حجت اور دلیل سے مغلوب کئے جائین گے۔ اور دلائل بیّنہ کی تلوار انھین قتل کریگی نہ یہ کہ ایک پاک نبی جنگلون مین خنزیروں کا شکار کھیلتا پھریگا۔

اے میری پیاری قوم! یہ سب استعارے ہین جنکو خدا تعالیٰ کیطرف سے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے انکو سمجھ جائینگے۔ ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل مین خاکہ کھینچنا ہے۔ بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے۔ اسیوجہ سے خدا تعالےٰ کے کلام نے بھی جو ابلغ الکلم ہے جسقدر استعارونکو استعمال کیا ہے اور کسی کے کلام مین یہ طرز لطیف نہین ہے۔ اب ہر جگہ اور ہر محل مین اُن پاکیزہ استعارونکو حقیقت پر حمل کرتے جانا گویا اُس کلام معجز نظام کو خاک مین ملا دینا ہے۔ پس اس طریق سے نہ صرف خدا تعالیٰ کی پُر بلاغت کلام کا اصلی منشاء درہم برہم ہوتا ہے بلکہ ساتھ ہی اس کلام کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت کو برباد کر دیا

جاتا ہے۔ خوبصورت اور دلچسپ طریقے تفسیر کے وہ ہوتے ہین جن مین متکلم کی اعلی شان بلاغت اور اُسکے روحانی اور بلند ارادون کا بھی خیال رہے نہ یہ کہ نہایت درجہ کے سفلی اور بدنما اور بے طرح موٹے معنے جو ہجو ملیح کے حکم مین ہون اپنی طرف سے گھڑے جائین اور خدا تعالی کی پاک کلام کو جو پاک اور نازک دقائق پر مشتمل ہے صرف دہقانی لفظون تک محدود خیال کر لیا جائے۔ ہم نہین سمجھتے کہ اُن نہایت دقیق اسرار کے مقابلہ پر جو خدا تعالے کے کلام مین ہونے چاہیین اور بکثرت ہین کیون بدشکل اور موٹے اور کریہ معنے پسند کئے جاتے ہین؟ اور کیوں اُن لطیف معنون کی وقعت نہین جو خدا تعالی کی حکیمانہ شان کیموافق اور اُسکے عالی مرتبہ کلام کے مناسب حال ہین؟ اور ہمارے علما کے دماغ اس بوجہ سرکشی سے کیون پُر ہین کہ وہ الٰہی فلسفہ کے نزدیک آنا نہین چاہتے؟ جن لوگون نے ان تحقیقون مین اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیا ہے انکو بیشک ہمارے اس بیان سے نہ انکار بلکہ مزہ آئے گا اور ایک تازہ صداقت انکو ملیگی جسکو وہ بڑے مدد شد کیساتھ قوم مین بیان کرین گے اور سالک کو ایک روحانی فائدہ پہنچائین گے۔ لیکن جنھون نے صرف سرسری نگاہ تک اپنی فکر اور عقل کو ختم کر رکھا ہے وہ بجز اسکے کہ ناحق کے اعتراضات کی میزان بڑھاوین اور بیجا رستخیز قائم کرین اور کچھ اسلام کو اپنے وجود سے فائدہ نہین پہنچا سکتے۔

اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ ہمارے ہادی اور سید مولی جناب ختم المرسلین نے مسیح اوّل اور مسیح ثانی مین مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے صرف یہی نہین فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کیموافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم وصلوۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانوں مین پیدا ہوگا اور اُنکا امام ہوگا اور کوئی جُداگانہ دین نہ لائیگا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوی نہین کریگا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اول اور مسیح ثانی کے حلیہ مین بھی فرق بین ہوگا۔ چنانچہ مسیح اوّل کا حُلیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات مین نظر آیا وہ یہ ہے کہ درمیانہ قد اور سرخ رنگ گھنگریالے بال اور سینہ کشادہ ہے دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۴۸۹۔ لیکن اسی کتاب مین مسیح ثانی کا حُلیہ جناب ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ وہ گندم گون ہے اور اُسکے بال گھنگریالے نہین اور کانوں تک لٹکتے ہین۔ اب ہم سوچتے ہین کہ کیا یہ دونون ممیز علامتین جو مسیح اوّل اور ثانی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہین کافی طور پر یقین نہین دلاتین کہ مسیح اوّل اور ہے اور مسیح ثانی اور ان دونوں کو ابن مریم کے نام سے پکارنا ایک لطیف استعارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع

اور روحانی خاصیت کے استعمال کیا گیا ہے ۔ یہ ظاہر ہے کہ اندرونی خاصیت کے مشابہت کے رو سے دو نیک آدمی ایک ہی نام کے مستحق ہو سکتے ہین اور ایسا ہی دو بد آدمی بھی ایک بد مادہ مین شریک مساوی ہونے کیوجہ سے ایک دوسرے کے قایم مقام کہلا سکتے ہین مسلمان لوگ جو اپنے بچوں کے نام احمد اور موسیٰ اور عیسیٰ اور سلیمان اور داؤد وغیرہ رکھتے ہین تو درحقیقت اسی تفاول کا خیال اُنہین ہوتا ہے جس سے نیک فال کیطور پر ارادہ کیا جاتا ہے کہ یہ بچے بھی اُن بزرگوں کی روحانی شکل اور خاصیت ایسی اتم اور اکمل طور سے پیدا کرلین کہ گویا اُنہین کا روپ ہو جائین

اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جاوے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی چاہیئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کے لئے ہمارے سیّد و مولیٰ نے نبوت شرط نہین ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھہ بھی ظاہر نہین کریگا کہ مین مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام ہوں ماسوا اس کے اسمین کچھہ شک نہین کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کیطرف سے اس اُمت کیلئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہی ہوتا ہے گو اُس کیلئے نبوت تامہ نہین مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اُمور غیبیہ اُسپر ظاہر کئے جاتے ہین اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اُس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اُس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیا کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئین باآواز بلند ظاہر کرے اور اُس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اسکے اور کچھہ نہین کہ امور متذکرہ بالا اس مین پائے جائین ۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیا پر نازل ہوتی ہے اُس پر مُہر لگ چکی ہے مین کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مُہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس اُمت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جسکا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہیگا نبوت تامہ نہین ہے بلکہ جیسا کہ مین ابھی بیان کر چکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں مین محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کے اقتدا سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے ۔ یعنے ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم ارشدک اللہ تعالیٰ اِنّ النبی محدث والمحدث نبی

باعتبار حصول نوع من انواع النبوت وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوت الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوت الا نوع واحد وھی المبشرات من اقسام الرویا الصادقۃ والمکاشفات الصحیحۃ والوحی الذی ینزل علی خواص الاولیاء والنور الذی یتجلی علی قلوب قوم موجع۔ فانظر ایھا الناقد البصیر الفھیم من ھذا اسد باب النبوۃ علی وجہ کلی بل الحدیث یدل علی ان النبوت التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت ولکن النبوۃ التی لیس فیھا الا المبشرات فھی باقیۃ الی یوم القیامۃ لا انقطاع لھا ابداً۔ وقد علمت وقرات فی کتب الحدیث ان الرویا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ ای من النبوۃ التامۃ فلما کان للرویا نصیباً من ھذہ المرتبۃ فکیف الکلام الذی یوحی من اللہ تعالی الی قلوب المحدثین فاعلم ایدک اللہ ان حاصل کلامنا ان ابواب النبوۃ الجزئیۃ مفتوحۃ ابداً ولیس فی ھذا النوع الا المبشرات او المنذرات من الامور المغیبۃ او اللطائف القرآنیۃ والعلوم اللدنیۃ۔ واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعھا من یوم نزل فیہ۔ وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی مین یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہین وہ کیا شے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونون کے روحانی قوی مین ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی دلسوزی اور غمخواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردون مین ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک مین موجود ہے اُن تمام سرسبز شاخون مین پہیلاتی ہے۔ اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلی درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل مین بارادہ الہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر اُن دونون محبتون کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہین ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق مین پیدا ہو کر الہی محبت کے چمکنیوالی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے سو اس درجہ کے انسان کی روحانی

پیدائش اُس وقت سے سمجھی جاتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ خاص سے اُس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اُن دونوں کیلئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا دیا ہے۔

لیکن اگر اس جگہ یہ استفسار ہو کہ اگر یہ درجہ اس عاجز اور مسیح کے لئے مسلّم ہے تو پھر جناب سیدنا مولانا سید الکل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کونسا درجہ باقی ہے سو واضح ہو کہ وہ ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اسی ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہے جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم　　آنچنان از خود جدا شد کز میان افتاد میم
زان نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد　　پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
بوئے محبوب حقیقی میدمد زان روئے پاک　　ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال　　چون دل احمد نمے بینم دگر عرشے عظیم
منت ایزد را کہ من بر رغم اہل روزگار　　صد بلا را میخرم از ذوق آن عین النعیم
از عنایات خدا و از فضل آن دادار پاک　　دشمن فرعونیانم بہر عشق آن کلیم
آن مقام و رتبت خاصش کہ بر من شد عیان　　گفتنے گردیدے طبعی درین راہے سلیم
در رہ عشق محمد این سر و جانم رود　　این تمنا این دعا این در دلم عزم صمیم

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ عالیہ کی شناخت کے لئے اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ مراتب قرب و محبت باعتبار اپنی روحانی درجات کے تین قسم پر منقسم ہیں سب سے ادنیٰ

درجہ جو درحقیقت وہ بھی بڑا ہے یہ ہے کہ آتش محبت الہی لوح قلب انسان کو گرم تو کرے اور ممکن ہے کہ ایسا گرم کرے کہ بعض آگ کے کام اُس محرور سے ہو سکیں لیکن یہ کسر باقی رہ جائے کہ اُس متاثر میں آگ کی چمک پیدا نہ ہو اس درجہ کی محبت پر جب خدا تعالیٰ کی محبت کا شعلہ واقع ہو تو اس شعلہ سے جس قدر روح میں گرمی پیدا ہوتی ہے اُس کو سکینت و اطمینان اور کبھی فرشتہ و ملک کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے آتش محبت الہی لوح قلب انسان کو اس قدر گرم کرتی ہے کہ اُس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن اُس چمک میں کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہیں ہوتی فقط ایک چمک ہوتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اُسکو افروختہ کر دیتا ہے اور اُس کے تمام اجزا اور تمام رگ و ریشہ پر استیلا پکڑ کر اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اُسکو بنا دیتا ہے اور اس حالت میں آتش محبت الہی لوح قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اُس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اُٹھتا ہے اور اُس کی لوئیں اور شعلے ارد گرد کو روز روشن کی طرح روشن کر دیتے ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اسکو روح امین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رای ما رای کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات سے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے۔ اور دائرہ استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے اور وہ درحقیقت پیدائش الہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے۔ جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے حکمت الہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سی ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل

مخلوق سے سلسلہ پیدایش کا شروع کرکے اُس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جسکا نام دوسرے لفظوں مین محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنے یہ ہین کہ نہایت تعریف کیا گیا ہے یعنے کمالات تامہ کا مظہر سو جیسا کہ فطرت کے روسے اُس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ وارفع مرتبہ وحی کا اُسکو عطا ہوا اور اعلیٰ وارفع مقام محبت کا ملا یہ وہ مقام عالی ہے کہ مین اور مسیح دونون اس مقام تک نہین پہنچ سکتے اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے پہلے نبیون نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی ہے اسی پتہ ونشان پر خبر دی ہی اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہین ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گذشتہ نبیون نے استعارہ کیطور پر صاحب مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیدیا ہے اور اُس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھرایا ہی جیسا کہ حضرت مسیح نے بھی ایک مثال کو پیش کرکے فرمایا ہی کہ انگورستان کا پھل لینے کیلئے اول باغ کے مالک نے (جو خدا تعالیٰ ہے) اپنے نوکرون کو بھیجا یعنے ابتدائی کے قرب والون کو جس سے مراد وہ تمام صلحا ہین جو حضرت مسیح کے زمانہ مین اور اُسی صدی مین مگر کسیقدر اُن سے پہلے آئے۔ پھر جب باغبانون نے باغ کا پھل دینے سے انکار کیا تو باغ کے مالک نے تاکید کے طور پر اپنے بیٹے کو اُنکی طرف روانہ کیا تا اُس کو بیٹا سمجھکر باغ کا پھل اُس کے حوالہ کرین بیٹے سے مراد اس جگہ مسیح ہے جنکو دوسرا درجہ قرب اور محبت کا حاصل ہے مگر باغبانون نے اُس بیٹے کو بھی باغ کا پھل نہ دیا بلکہ اپنے زعم مین اُسے قتل کردیا بعد اس کے حضرت مسیح فرماتے ہین کہ اب باغ کا مالک خود آئیگا یعنے خدا تعالیٰ خود ظہور فرمائیگا تا باغبانون کو قتل کرکے باغ کو ایسے لوگون کو دیدے کہ اپنے وقت پر پھل دیدیا کرین اس جگہ خدا تعالیٰ کے آنے سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہے جو قرب اور محبت کا تیسرا درجہ اپنے لئے حاصل رکھتے ہین + اور یہ سبب

نوٹ + ہمارے سید و مولی جناب مقدس خاتم الانبیاء کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہین کیا کہ آنجناب کا دنیا مین تشریف لانا درحقیقت خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیون نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین اپنی اپنی پیشگوئیون مین بیان کیا ہی اور استعارہ کے طور پر آنجناب کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے بلکہ بوجہ خدائی

روحانی مراتب ہین کہ جو استعارہ کے طور پر مناسب حال الفاظ مین بیان کئے گئے ہین یہ نہین کہ حقیقی ابنیت اس جگہ مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لی گئی ہے۔

اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ جو کچھہ ہمنے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ درحقیقت اُن عقاید سے جو اہل اسلام ملایک کی نسبت رکھتے ہین منافی نہین ہے کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہین۔ کہ ملایک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانون کی طرح پیرون سے چلکر زمین پر اُترتے ہین اور یہ خیال بہ بداہت باطل بھی ہے۔ کیونکہ اگر یہی ضرور ہوتا کہ ملایک اپنی اپنی خدمات کی بجا آوری کے لئے اپنی اصل وجود کے ساتھ زمین پر اُترا کرتے تو پہر اُنسے کوئی کام انجام پذیر ہونا بغایت درجہ محال تھا مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سکینڈ مین ہزارہا ایسے لوگون کی جانین نکالتا ہے جو مختلف بلاد وامصار مین ایک دوسرے سے ہزارون کوسون کے فاصلہ پر رہتے ہین اگر ہریک کے لئے اس بات کا محتاج ہو کر اول پیرون سے چلکر اُس کے ملک اور شہر اور گھر مین جاوے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اُسکو موقعہ ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری

بقیہ حاشیہ

کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب کو خدا کر کے پکارا ہے چنانچہ حضرت داؤد کے زبور مین لکھا ہے تو حُسن مین بنی آدم سے کہین زیادہ ہے تیرے لبون مین نعمت بنائی گئی اس لئے خدا نے تجھہ کو ابد تک مبارک کیا (یعنے تو خاتم الانبیا ٹھہرا) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا۔ بادشاہ کے دشمنون کے دلون مین تیرے تیر تیزی کرتے ہین لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہین اے خدا تیرا تخت ابد الاباد ہے تیری سلطنت کا آثار راستی کا عصا ہے تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبون سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے دیکھو زبور ۴۵۔

اب جاننا چاہیئے کہ زبور کا یہ فقرہ کہ اے خدا تیرا تخت ابد الاباد ہے تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے یہ محض بطور استعارہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ جو روحانی طور پر شان محمدی ہے اُس کو ظاہر کر دیا جائے۔ پھر یسعیاہ نبی کی کتاب مین بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ

کے لئے تو کوئی ہینے کی مہلت بہی کافی نہین ہو سکتی کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص النالون کی طرح حرکت کرکے ایک طرفتہ العین کے یا اُس کے کم عرصہ مین تمام جہان گہوم کر چلا آوے ہرگز نہین بلکہ فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو اُنکے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہین ایک ذرہ کے برابر بہی آگے پیچہے نہین ہوتے جیسا کہ خدا تعالیٰ اُنکی طرف سے قرآن شریف مین فرماتا ہے۔ **وما منا الا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون**۔ سورۃ صافات جزو ۲۳۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اُسکی گرمی و روشنی زمین پر پہیلکر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر یک چیز کو فایدہ پہنچاتی ہے اسیطرح روحانیات سماویہ خواہ اونکو

اُسکی عبارت یہ ہے دیکہو میرا بندہ جسے مین سنبہالون گا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے مین نے اپنی روح اُس پر رکہی وہ قومون پر راستی ظاہر کریگا وہ نچلائیگا اور اپنی صدا بلند نہ کریگا اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائیگا وہ مسلے ہوئے سینٹہے کو نہ توڑیگا اور سن کو جس سے دہوان اُٹہتا ہے نہ بجہائے گا جب تک کہ راستی کو امن کے ساتہ ظاہر نہ کرے وہ نہ گہٹیگا نہ تہکے گا جب تک کہ راستی کو زمین پر قایم نہ کرے اور جزیرے اُس کی شریعت کے منتظر ہو وین...... خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلیگا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائیگا۔ الخ اب جاننا چاہیئے کہ یہ فقرہ کہ خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلیگا یہ بہی بطور استعارہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پُر ہیبت ظہور کا اظہار کر رہا ہے دیکہو یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ - اور ایسا ہی اور کئی نبیون نے بہی اسی استعارہ کو اپنی پیش گوئیون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان مین استعمال کیا ہے مگر چونکہ اُن سب مقامات کے لکہنے سے طول ہو جاتا ہے اس لئے بالفعل اسیقدر پر کفایت کرتا ہون اور مین نے جو اس جگہہ تین مراتب قرب اور محبت کے لکہہ کر تیسرا مرتبہ کہ جو بزرگترین مراتب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے ثابت کیا ہے یہ میری طرف سے ایک اجتہادی خیال نہین بلکہ الہامی طور پر خدا تعالیٰ نے مجہہ پر کہولدیا ہے۔ منہ

یونانیون کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہین یا وساتیراور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے اُنکو نامزد کرین یا نہایت سیدہے اور موحدانہ طریق سے ملایک اللہ کا اُنکو لقب دین ۔ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام مین مستقر اور قرار گیر ہے اور بحکمت کاملہ خداوند تعالی زمین کی ہریک مستعد چیز کو اُس کے کمال مطلوب تک پہنچانے کے لیئے یہ روحانیات خدمت مین لگی ہوئے ہین ظاہری خدمات بھی بجالاتے ہین اور باطنی بھی جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتون پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیارون کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتون پر یہ سب ملائک ہماری مختلف استعدادونکے موافق اپنا اپنا اثر ڈال رہے ہین جو چیز کسی عمدہ جوہر بننے کی اپنے اندر قابلیت رکھتی ہے وہ اگرچہ خاک کا ایک ٹکڑا ہے یا پانی کا وہ قطرہ جو صدف مین داخل ہوتا ہے یا پانی کا وہ قطرہ جو رحم مین پڑتا ہے وہ اُن ملائک اللہ کی روحانی تربیت سے لعل اور الماس اور یاقوت اور نیلم وغیرہ یا نہایت درجہ کا آبدار اور وزنی موتی یا اعلی درجہ کے دل اور دماغ کا انسان بنجاتا ہے۔
وساتیر جسکو مجوسی لوگ الہامی مانتے ہین جسنے اپنی مدت ظہور کی وہ لمبی تاریخ بتلائی ہے جسکا کروڑوان حصہ بہی وید کی مدت ظہور کی نسبت بیان نہین کیا گیا یعنے وید کی نسبت تو صرف ایک ارب چھیانوین کروڑ مدت ظہور محض دوسرون کے وہم اور گمان سے قرار دیگئی ہے مگر وساتیر تین سنکھ سے کچھہ زیادہ اپنی مدت ظہور آپ بیان کرتا ہے بلکہ یہ تو ہمنے ڈرتے ڈرتے لکھا ہے وہان نوسنکھونکی حد سے زیادہ تین صفر اور بہی درمیان ہین۔ یہ کتاب ان روحانیات کو جو کواکب اور سموات سے تعلق رکھتی ہین نہ صرف ملایک قرار دیتی ہے بلکہ انکی پرستش کے لیئے ہی تاکید کرتی ہے ایسا ہی وید بہی اُن روحانیات کو صرف وسایط اور درمیانی خدمتگذار نہین مانتا بلکہ جابجا اُنکی اُستت اور مہما کرتا ہے اور ان سے مرادین مانگنے کی تعلیم دیتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کتابون مین تحریف اور الحاق کے طور

حاشیہ ۔ ملایک اس معنے سے ملایک کہلاتے ہین کہ وہ ملاک اجرام سماویہ اور ملاک اجسام الارض ہین یعنے اُنکے قیام اور بقا کے لیئے روح کیطرح ہین اور نیز اس معنے سے بہی ملایک کہلاتے ہین کہ وہ رسولون کا کام دیتے ہین ۔ منہ

پر یہ پرکھ تعلیمین زاید کیگئی ہون جیسی وید مین اور بہی بہت سی بیجا تعلیمین پائی جاتی ہین مثلاً یہ تعلیم کہ اس جہان کا کوئی خالق نہین ہے اور ہر ایک چیز اپنے اصل مادہ اور اصل حیات کے رُو سے قدیم اور واجب الوجود اور اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہے یا یہ تعلیم کہ کسی وجود کو تناسخ کے منحوس چکر سے کبھی اور کسی زمانہ مین مخلصی حاصل ہوہی نہین سکتی یا یہ تعلیم کہ ایک شوہر دار عورت اولاد نرینہ نہ ہونے کی حالت مین کسی غیر آدمی سے ہم بستر ہو سکتی ہے تا اُس سے اولاد حاصل کرے یا یہ تعلیم کہ بڑے بڑے مقدس لوگ بھی گو وید کے ہی رشی کیون نہ ہون جن پر چارون وید اُترے ہون ہمیشہ کی نجات کبھی نہین پا سکتے اور نہ لازمی طور پر ہمیشہ بزرگوار اور عزت کے ساتھ یاد کرنے کے لایق ٹھہر سکتے ہین بلکہ ممکن ہے کہ تناسخ کے چکر مین آکر اور اَور جانداروں کی طرح کچھ کا کچھ بن جائین بلکہ شاید بن گئے ہون اور اُنکے زعم مین خواہ کوئی انسان اوتارون سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتا ہو یا وید کے رشیون سے بھی بڑھ کر ہو اُس کے لیے ممکن بلکہ قانون قدرت کی رو سے ضروری پڑا ہوا ہے کہ کسی وقت وہ کیڑا مکوڑا یا نہایت مکروہ اور قابل نفرت جانور بلکہ کسی خسیس مخلوق کی نوع مین جنم لیوے۔ یہ سب باطل تعلیمین ہین جو انسانون کے رذیل خیالات نے ایجاد کی ہین اور جن لوگون نے یہ تمام بے شرمی کے کام اور دور از عزت انتقالات اپنی ہی نوع بلکہ اپنی بزرگون اور پیشواؤن کے لئے جایز رکھے ہین اونہون نے یہ بھی جایز رکھلیا کہ کواکب کی روحون سے مرادین مانگی جائین اونکی ایسی پرستش کیجائے جیسے خدا تعالیٰ کی کرنی چاہیئے لیکن قرآن شریف جو ہر یک طور سے توحید اور تہذیب کی راہ کہولتا ہے اُس نے ہرگز روا نہین رکھا کہ اُس کے ساتھ کسی مخلوق کی پرستش ہو یا اسکی ربوبیت کی قدرت صرف ناقص اور ناکارہ طور پر تسلیم کرین اور اسکو ہر یک چیز کا مبدء اور سرچشمہ نہ ٹھہرائین یا کوئی اور بے شرمی کا کام اپنے طریق معاشرت مین داخل کرلین۔

اب پھر مین ملایک کے ذکر کیطرف عود کر کے کہتا ہون کہ قرآن شریف نے جس طرز سے ملایک کا حال بیان کیا وہ نہایت سیدہی اور قریب قیاس راہ ہے اور بجز اُس کے ماننے کے انسان کو کچھ بن نہین پڑتا قرآن شریف پر بدیدہ تعمق غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بلکہ جمیع کائنات الارض کی تربیت ظاہری و باطنی کے لئے بعض وسایط کا ہونا ضروری ہے اور بعض بعض اشارات قرآنیہ سے نہایت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ نفوس طیبہ جو ملایک کے موسوم ہین اُنکے تعلقات طبقات سماویہ سے الگ الگ

ہین بعض اپنی تاثیرات خاصہ سے ہوا کے چلانے والے اور بعض مینہ کے برسانیوالے اور بعض بعض اور تاثیرات کو زمین پر اوتارنے والے ہین پس اسمین کچہ شک نہین کہ بوجہ مناسبت نوری وہ نفوس طیبہ اُن روشن اور نورانی ستارون سے تعلق رکھتے ہونگے کہ جو آسمانون مین پائے جاتے ہین مگر اس تعلق کو ایسا نہین سمجھنا چاہیئے کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا بلکہ اُن نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور پر اُنہین حاصل ہے روشن ستارون کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق ہے کہ اگر اُن نفوس طیبہ کا اُن ستارون سے الگ ہونا فرض کر لیا جائے تو پھر اُن کے تمام قوی مین فرق پڑ جائیگا اُنہین نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام مین مصروف ہین اور جیسے خدا تعالیٰ تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے ایسا ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہین) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہین اور اُنکے جدا ہو جانے سے انکی حالت وجودیہ مین بکلی فساد راہ پا جانا لازمی و ضروری امر ہے اور اجتک کسی نے اس امر مین اختلاف نہین کیا کہ جس قدر آسمانون مین سیارات اور کواکب پائے جاتے ہین وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لئے ہمیشہ کام مین مشغول ہین غرض یہ نہایت سچی ہوئی اور ثبوت کے چرخ پر چڑھی ہوئی صداقت ہے کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے اور جاہل سے جاہل ایک دہقان بھی اس قدر تو ضرور یقین رکھتا ہوگا کہ چاند کی روشنی پھلون کے موٹا کرنے کے لئے اور سورج کی دھوپ اُنکو پکانے اور شیرین کرنیکے لئے اور بعض ہوائین بکثرت پھل آنے کے لئے بلاشبہہ موثر ہین اب جبکہ ظاہری سلسلہ کائنات کا ان چیزون کی تاثیرات مختلفہ سے تربیت پا رہا ہے تو اسمین کیا شک ہو سکتا ہے کہ باطنی سلسلہ پر بھی باذنہ تعالیٰ وہ نفوس نورانیہ اثر کر رہی ہین جنکا اجرام نورانیہ سے ایسا شدید تعلق ہے کہ جیسے جان کو جسم سے ہوتا ہے۔

اب اس کے بعد یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اگرچہ بظاہر یہ بات نہایت دور از ادب معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کے مقدس نبیون مین افاضہ انوار وحی کے لئے کوئی اور واسطہ تجویز کیا جائے لیکن ذرا غور کرنے سے بخوبی سمجھ آ جائیگا کہ اس مین کوئی سوء ادب کی بات نہین بلکہ سراسر خدا تعالیٰ کے اُس عام قانون قدرت کے مطابق ہے

جو دنیا کے ہر ایک چیز کے متعلق کھلے کھلے طور پر مشہود و محسوس ہو رہا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ انبیا علیہم السلام بھی اپنے ظاہری جسم اور ظاہری قوی کے لحاظ سے انھین وسایط کے محتاج ہین اور نبی کی آنکھ بھی گو کیسی ہی نورانی اور بابرکت آنکھ ہے مگر پھر بھی عوام کی آنکھون کی طرح آفتاب یا اُس کے کسی دوسرے قایم مقام کے بغیر کچھ دیکھ نہین سکتے اور بغیر توسط ہوا کے کچھ سن نہین سکتے لہذا یہ بات بھی ضروری طور پر ماننی پڑتی ہے کہ نبی کی روحانیت پر بھی ان سیارات کے نفوس نورانیہ کا ضرور اثر پڑتا ہوگا بلکہ سب سے زیادہ اثر پڑتا ہوگا کیونکہ جسقدر استعداد صافی اور کامل ہوتی ہے اُسیقدر اثر بھی صافی اور کامل طور پر پڑتا ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبون کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہین جنکو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہین اور جیسے کواکب اور سیارو مین باعتبار اُنکے قالبون کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہین جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہی ہین ایسا ہی اُنکے نفوس نورانیہ مین بھی انواع اقسام کے خواص ہین جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈالتے ہین اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندون پر بشکل جسمانی متشکل ہو کر ظاہر ہو جاتے ہین اور بشری صورت سے متمثل ہو کر دکھائی دیتے ہین۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تقریر از قبیل خطابیات نہین بلکہ یہ وہ صداقت ہے جو طالب حق اور حکمت کو ضرور ماننی پڑیگی۔ کیونکہ جب ہمین ماننا پڑتا ہے کہ ضرور کائنات الارض کی تربیت اجرام سماویہ کی طرف سے ہو رہی ہے اور جہان تک ہم بطور استقراء اجسام ارضیہ پر نظر ڈالتے ہین اس تربیت کے آثار ہر ایک جسم پر خواہ وہ نباتات مین سے ہے خواہ جمادات مین سے خواہ حیوانات مین سے ہے بدیہی طور پر ہمین دکھائی دیتے ہین پس اس صریح تجربہ کے ذریعہ سے ہم اس بات کے ماننے کے لئے بھی مجبور ہین کہ روحانی کمالات اور دل اور دماغ کی روشنی کا سلسلہ بھی جہانتک ترقی کرتا ہے بلاشبہ ان نفوس نورانیہ کا اُسمین بھی دخل ہے اس دخل کی رو سے شریعت غرا نے استعارہ کے طور پر اللہ تعالی اور اُس کے رسولون مین ملائک کا واسطہ ہونا ایک ضروری امر ظاہر فرمایا ہے جس پر ایمان لانا ضروریات دین مین سے گردانا گیا ہے جن لوگون نے اپنی نہایت مکروہ نادانی سے اس الہی فلسفہ کو نہین سمجھا جیسے آریہ مذہب والے یا برہمو مذہب والے اُنھون نے جلدی سے بباعث اپنی بیجا بخل اور بغض

کے جو اُن کے دلون مین بھرا ہوا ہے تعلیم فرقانی پر یہ اعتراض جڑ دیا کہ وہ اللہ اور اُس کے رسولون مین ملائک کا واسطہ ضروری ٹھہراتا ہے اور اسباب کو نہ سمجھا اور نہ خیال کیا کہ خدا تعالیٰ کا عام قانون تربیت جو زمین پر پایا جاتا ہے اسی قاعدہ پر مبنی ہے ہندوؤن کے رشی جن پر بقول ہندوؤن کے چارون وید نازل ہوئے کیا وہ اپنی جسمانی قویٰ کے ٹھیک ٹھیک طور پر قایم رہنے مین تاثیرات اجرام سماویہ کے محتاج نہین تھے کیا وہ بغیر آفتاب کی روشنی کے صرف آنکھون کی روشنی سے دیکھنے کا کام لے سکتے تھے یا بغیر ہوا کے ذریعہ کے کسی آواز کو سُن سکتے تھے تو اس کا جواب بدیہی طور پر یہی ہوگا کہ ہرگز نہین بلکہ وہ بھی اجرام سماویہ کی تربیت اور تکمیل کے بہت محتاج تھے ہندوؤن کے ویدون نے ان ملائک کے بارے مین کہان انکار کیا ہے بلکہ اُنہون نے تو اِن وسایط کے ماننے اور قابل قدر جاننے مین بہت ہی غلو کیا ہے یہانتک کہ خدا تعالےٰ کے درجہ سے اُنکا درجہ برابر ٹھہرا دیا ہے ایک رگ وید پر ہی نظر ڈالکر دیکھو کہ کس قدر اسمین اجرام سماویہ اور عناصر کی پرستش موجود ہی اور کیسی اُنکی استت اور مہما اور ثنا مین ورقون کے ورق سیاہ کر دیئے ہین اور کس عاجزی اور گڑگڑانے سے اُن سے دعائین مانگی گئی ہین جو قبول ہی نہین ہوئین مگر شریعت فرقانی مین تو ایسا نہین کیا بلکہ اُن نفوس نورانیہ کو جو اجرام سماویہ سے یا عناصر یا دُخانات سے ایسا تعلق رکھتے ہین جیسے جان کا جسم سے تعلق ہوتا ہے صرف ملایک یا جنّات کے نام سے موسوم کیا ہے اور اُن نورانی فرشتون کو جو نورانی ستارون اور سیارون پر اپنا مقام رکھتے ہین اپنی ذات پاک مین اور اپنے رسولون مین ایسے طور کا واسطہ نہین ٹھہرایا جس کے رو سے اُن فرشتون کو با اقتدار یا با اختیار مان لیا جاوے۔ بلکہ اُنکو اپنی نسبت ایسا ظاہر فرمایا ہے کہ جیسے ایک بیجان چیز ایک زندہ کے ہاتھ مین ہوتی ہے جس سے وہ زندہ جس طور سے کام لینا چاہتا ہے لیتا ہے اسی بنا پر بعض مقامات قرآن شریف مین اجسام کے ہر ایک ذرہ پر بھی ملایک کا نام اطلاق کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ سب ذرات اپنے رب کریم کی آواز سنتے ہین اور وہی کرتے ہین جو اُنکو حکم دیا گیا ہو مثلاً جو کچھ تغیرات بدن انسان مین مرض کی طرف یا صحت کی طرف ہوتے ہین اُن تمام مواد کا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق آگے پیچھے قدم رکھتا ہے۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھ لینا چاہیئے کہ اس قسم کی وسائط کے ماننے مین جو قرآن شریف مین قرار دیئے گئے ہین کونسا شرک لازم آتا ہے اور خدا تعالیٰ کی شان قدرت

مین کونسا فرق آجاتا ہے بلکہ یہ تو اسرار معرفت و دقایق حکمت کی وہ باتین ہین جو قانون قدرت کے صفحہ صفحہ مین لکھی ہوئی نظر آتی ہین اور بغیر اس انتظام کے ماننے کے خدا تعالی کی قدرت کاملہ ثابت ہی نہین ہو سکتی اور نہ اُسکی خدائی چل سکتی ہے بہلا جب تک ذرہ ذرہ اُس کا فرشتہ بنکر اُس کی اطاعت مین نہ لگا ہوا ہو تب تک یہ سارا کارخانہ اُسکی مرضی کے موافق کیونکر چل سکتا ہے؟ کوئی ہمین سمجہائے تو سہی اور نیز اگر ملایک سماویہ کے نظام روحانی سے خدا تعالی کی قادرانہ شان پر کچہہ دہبہ لگ سکتا ہے تو پہر کیا وجہ ہے کہ انہین ملایک کے نظام جسمانی کے ماننے سے کہ جو نظام روحانی کا بعینہ ہمرنگ و ہمشکل ہی خدا تعالی کی قدرت کاملہ پر کوئی دہبہ نہین لگ سکتا بلکہ سچ تو یہی کہ آریہ وغیرہ ہمارے مخالفون نے فرط نابینائی سے ایسے ایسے بیجا اعتراضات کردیئے ہین جن کی اصل بناہت سے مشرکانہ حواشی کے ساتھ اُن کے گھر مین ہی موجود ہی اور ناحق بوجہ اپنی بے بصیرتی کے ایک عمدہ صداقت کو بطالت کی شکل مین سمجہہ لیا ہے۔

چشم بداندیش کہ برکندہ باد ؀ عیب نماید ہنرش درنظر۔ یہ بھی یاد رکہنا چاہیئے کہ اسلامی شریعت کے رو سے خواص ملایک کا درجہ خواص البشر سے کچہہ زیادہ نہین بلکہ خواص الناس خواص الملایک سے افضل ہین اور نظام جسمانی یا نظام روحانی مین اُنکا وسایط قرار پانا اُن کی فضیلت پر دلایل نہین کرتا بلکہ قرآن شریف کی ہدایت کے رو سے وہ خدام کی طرح اس کام مین لگائے گئے ہین جیساکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وسخر لکم الشمس والقمر یعنی وہ خدا جس نے سورج اور چاند کو تمہاری خدمت مین لگا رکہا ہے۔ مثلاً دیکہنا چاہیئے کہ ایک چٹھی رسان ایک شاہ وقت کی طرف سے اُس کے کسی مُلک کے صوبہ یا گورنر کی خدمت مین چٹھیان پہنچا دیتا ہے تو کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہی کہ وہ چٹھی رسان جو اُس بادشاہ اور گورنر جنرل مین واسطہ ہی گورنر جنرل سے افضل ہے سو خوب سمجہہ لو یہی مثال اُن وسایط کی ہی جو نظام جسمانی اور روحانی مین قادر مطلق کے ارادون کو زمین پر پہنچاتے اور اُسکی انجام دہی مین مصروف ہین اللہ جل شانہ قرآن شریف کے کئی مقامات مین بتصریح ظاہر فرماتا ہے کہ جو کچہہ زمین و آسمان مین پیدا کیا گیا ہے وہ تمام چیزین اپنے وجود مین انسان کی طفیلی ہین یعنے محض انسان کے فایدہ کے لئے پیدا کی گئی ہین اور انسان اپنے مرتبہ مین سب سے اعلی وارفع اور سب کا مخدوم ہی جس کی خدمتمین یہ چیزین لگا دی گئی ہین جیساکہ وہ فرماتا ہے۔ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنہار و اتٰکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا

بخصوصہا۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا۔ اور مسخر کیا تمہارے لئے سورج اور چاند کو جو ہمیشہ پہرنے والے ہین یعنے جو باعتبار اپنی کیفیات اور خاصیات کے ایک حالت پر نہین رہتی مثلاً جو ربیع کے مہینون مین آفتاب کی خاصیت ہوتی ہو وہ خزان کے مہینون مین ہرگز نہین ہوتی پس اس طور سے سورج اور چاند ہمیشہ پہرتے رہتے ہین کبہی انکی گردش سے بہار کا موسم آجاتا ہے اور کبہی خزان کا اور کبہی ایک خاص قسم کی خاصیتین اُن سے ظہور پذیر ہوتی ہین اور کبہی اُس کے مخالف خواص ظاہر ہوتے ہین پہر آگے فرمایا کہ مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کو اور دیا تمکو ہر یک چیز مین سے وہ تمام سامان جسکو تمہاری فطرتون نے مانگا یعنے اُن سب چیزون کو دیا جن کے تم محتاج تھے اور اگر تم خدا تعالی کی نعمتون کو گنتا چاہو تو ہرگز گن نہین سکوگے وہ وہی خدا ہے جس نے جو کچھ زمین پر ہے تمہارے فایدہ کے لئے پیدا کیا ہو اور پہر ایک اور آیت مین اللہ تعالی فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ یعنے انسان کو ہم نے نہایت درجہ کے اعتدال پر پیدا کیا ہے اور وہ اس صفت اعتدال مین تمام مخلوقات سے احسن و افضل ہو اور پہر ایک اور مقام مین فرماتا ہو کہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلومًا جہولًا۔ یعنے ہمنے اپنی امانت کو جس سے مراد عشق ومحبت الہی اور مورد ابتلا ہوکر پہر پوری اطاعت کرنا ہو آسمان کے تمام فرشتون اور زمین کی تمام مخلوقات اور پہاڑون پر پیش کیا جو بظاہر قوی ہیکل چیزین تھین سوان سب چیزون نے اُس امانت کے اُٹہانے سے انکار کردیا اور اُس کی عظمت کو دیکھکر ڈر گئین مگر انسان نے اُسکو اُٹہا لیا کیونکہ انسان مین یہ دو خوبیان تھین ایک یہ کہ وہ خدا تعالی کی راہ مین اپنے نفس پر ظلم کر سکتا تھا۔ دوسری یہ خوبی کہ وہ خدا تعالی کی محبت مین اس درجہ تک پہنچ سکتا تہا جو غیر اللہ کو بکلی فراموش کردے پہر ایک اور جگہ فرمایا ہو۔ واذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرًا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔ فسجد الملئکۃ کلہم اجمعون الا ابلیس۔ یعنے یاد کرو وہ وقت کہ جب تیرے خدا نے (جسکا تو مظہر اتم ہے) فرشتون کو کہا کہ مین مٹی سے ایک انسان پیدا کرنیوالا ہون سو جب مین اُسکو کمال اعتدال پر پیدا کرلون اور اپنی روح مین سے اُس مین پھونک دون تو تم اُس کے لئے سجدہ مین گرو یعنے کمال انکسار

سے اُسکی خدمتمین مشغول ہوجاؤ اور ایسی خدمتگذاری مین جھک جاؤ کہ گویا تم اُسے سجدہ کر رہے ہو پس سارے کے سارے فرشتے انسان مکمل کے آگے سجدہ مین گر پڑے مگر شیطان جو اس سعادت سے محروم رہ گیا۔ جاننا چاہیئے کہ یہ سجدہ کا حکم اُسوقت سے متعلق نہین ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملایک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنے حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے۔ اور اعتدال انسانی اوسکو حاصل ہوجائے اور خدا تعالیٰ کی روح اُسمین سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ مین گرا کرو یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اُس پر اُترو اور اُسپر صلوۃ بھیجو سو یہ اُس قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے جو خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندون کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے جب کوئی شخص کسی زمانہ مین اعتدال روحانی حاصل کرلیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی روح اُس کے اندر آباد ہوتی ہے یعنے اپنے نفس سے فانی ہو کر بقا باللہ کا درجہ حاصل کرتا ہے تو ایک خاص طور پر نزول ملائکہ کا اُسپر شروع ہوجاتا ہے اگرچہ سلوک کی ابتدائی حالات مین بھی ملایک اس کے نصرت اور خدمت مین لگے ہوئے ہوتے ہین لیکن یہ نزول ایسا اتم اور اکمل ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم رکھتا ہے اور سجدہ کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کردیا کہ ملایکہ انسان کامل سے افضل نہین ہین بلکہ وہ شاہی خادمون کی طرح سجدات تعظیم انسان کامل کے آگے بجا لا رہے ہین ایسا ہی خدا تعالیٰ نے سورۃ الشمس مین نہایت لطیف اشارات و استعارات مین انسان کامل کے مرتبہ کو زمین آسمان کے تمام باشندون سے اعلیٰ و برتر بیان فرمایا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے۔ والشمس وضحٰها والقمر اذا تلٰها والنهار اذا جلّٰها والليل اذا يغشٰها والسماء وما بنٰها والارض وما طحٰها ونفس وما سوّٰها فالهمها فجورها وتقوٰها قد افلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰها كذبت ثمود بطغوٰها اذ انبعث اشقٰها فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقيٰها فكذبوه فعقروها فدمدم عليهم ربهم بذنبهم فسوّٰها ولا يخاف عقبٰها ۔ یعنے قسم ہے سورج کی اور اُسکی دھوپ کی اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے اور قسم ہے دن کی جب اپنی روشنی کو ظاہر کرے اور قسم ہے اُس رات کی جو بالکل تاریک ہو اور قسم ہے زمین کی اور اُسکی جسنے اُسے بچھایا اور قسم ہے انسان کی نفس کی اور اُسکی جسنے اُسے اعتدال کامل اور وضع استقامت کی جمیع کمالات متفرقہ عنایت کئے اور کسی کمال سے محروم نہ رکھا بلکہ سب کمالات متفرقہ جو پہلی قسمون کے نیچے ذکر کئے گئے ہین اُسمین جمع کردی اس طرح پر کہ انسان کامل کا نفس

آفتاب اور اُسکی دہوپ کا بھی کمال اپنے اندر رکھتا ہے اور چاند کے خواص بھی اُسمین پائے جاتے ہین کہ وہ اکتساب فیض دوسرے سے کرسکتا ہے اور ایک نور سے بطور استفادہ اپنے اندر بھی نور لے سکتا ہے اور اُسمین روز روشن کے بھی خواص موجود ہین کہ جیسے محنت اور مزدوری کرنے والے لوگ دن کی روشنی مین کماحقہٗ اپنے کاروبار کو انجام دے سکتے ہین ایسا ہی حق کے طالب اور سلوک کی راہون کو اختیار کرنے والے انسان کامل کے نمونہ پر چلکر بہت آسانی اور صفائی سے اپنی مہمات دینیہ کو انجام دیتے ہین سو وہ دن کی طرح اپنے تئین بکمال صفائی ظاہر کرسکتا ہے اور ساری خاصیتین دن کی اپنے اندر رکھتا ہے ٭

اندھیری رات سے بھی انسان کامل کو ایک مشابہت ہے کہ وہ باوجود غایت درجہ کے انقطاع اور تبتل کے جو اُس کو منجانب اللہ حاصل ہے بحکمت و مصلحت الٰہی اپنی نفس کی ظلمانی خواہشون کی طرف بھی کبھی کبھی متوجہ ہوجاتا ہے یعنے جو جو نفس کے حقوق انسان پر رکھے گئے ہین جو بظاہر نورانیت کے مخالف اور مزاحم معلوم ہوتے ہین جیسے کہانا پینا سونا اور بیوی کے حقوق ادا کرنا یا بچون کی طرف التفات کرنا یہ سب حقوق بجالانا ہے اور کچھہ تہوڑی دیر کے لئے اس تاریکی کو اپنے لئے پسند کرلیتا ہے نہ اسوجہ سے کہ اُسکو حقیقی طور پر تاریکی کی طرف میلان ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خداوند علیم و حکیم اُسکو اس طرف توجہ بخشتا ہے تا روحانی تعب و مشقت سے کسیقدر آرام پاکر پھر اُن مجاہدات شاقہ کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوجائے جیسا کہ کسی کا شعر ہے ۔

٭ چشم شہباز کاروانان شکار ٭ از بہر کشادن ست گردوختہ اند ٭

سو اسی طرح یہ کامل لوگ جب غایت درجہ کی کوفت خاطر اور گدازش اور ہم و غم کے غلبہ

٭ بقیہ حاشیہ

سورج بحکمت الٰہی سات سو تیس تعینات مین اپنے تئین متشکل کرکے دنیا پر مختلف قسمون کی تاثیرات ڈالتا ہے اور ہر یک متشکل کی وجہ سے ایک خاص نام اُس کو حاصل ہے اور یکشنبہ دوشنبہ سہ شنبہ وغیرہ درحقیقت باعتبار خاص خاص تعینات و لوازم و تاثیرات کے سورج کے ہی نام ہین جب یہ لوازم خاصہ بولنے کے وقت ذہن مین ملحوظ نہ رکھے جائین اور صرف مجرد اور اطلاقی حالت مین نام لیا جائے تو اُس وقت سورج کہین گے لیکن جب اسی سورج کے خاص خاص لوازم اور تاثیرات اور مقامات ذہن مین ملحوظ رکھکر بولین گے تو اسکو کبھی

کے وقت کسیقدر حظوظ نفسانیہ سے تمتع حاصل کر لیتے ہین تو پھر جسم ناتوان انکا روح کی رفاقت
کے لئے از سر نو قوی اور توانا ہو جاتا ہے اور اس تہوڑی سی محجوبیت کی وجہ سے بڑے بڑے
مراحل نورانی طے کر جاتا ہے اور ماسوا اس کے نفس انسان مین رات کے اور دوسرے خواص
دقیقہ بہی پائے جاتے ہین جنکو علم ہیئت اور نجوم اور طبعی کی باریک نظر نے دریافت کیا ہی
ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو آسمان سے بہی مشابہت ہے مثلاً جیسے آسمان کا پول اس قدر وسیع
اور کشادہ ہے کہ کسی چیز سے پُر نہین ہو سکتا ایسا ہی اُن بزرگون کا نفس ناطقہ غایت درجہ کی
وسعتین اپنے اندر رکھتا ہے اور باوجود ہزار ہا معارف وحقایق کے حاصل کرنے کے پھر
بھی ما عرفناک کا نعرہ مارتا ہی رہتا ہے اور جیسے آسمان کا پول روشن ستارون سے
پُر ہے ایسا ہی نہایت روشن قوی اُسمین بہی رکھے گئے ہین کہ جو آسمان کے ستارون کی
طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہین ۔ ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو زمین سے بہی کامل مشابہت
ہے یعنے جیسا کہ عمدہ اور اول درجہ کی زمین یہ خاصیت رکھتی ہے کہ جب اُس مین تخم ریزی
کیجائے اور پھر خوب قلبہ رانی اور آبپاشی ہو اور تمام مراتب محنت کشاورزی کے اُس پر
پورے کر دیئے جائین تو وہ دوسری زمینون کی نسبت ہزار گونہ زیادہ پہل لاتی ہے اور
نیز اُس کا پہل بہ نسبت اور پہلون کے نہایت لطیف اور شیرین ولذیذ اور اپنی کمیت
وکیفیت مین انتہائی درجہ تک بڑہا ہوا ہوتا ہے اسی طرح انسان کامل کے نفس کا حال
ہے کہ احکام الٰہی کی تخم ریزی سے عجیب سرسبزی لیکر اُس کے اعمال صالحہ کی پودی
نکلتے ہین اور ایسے عمدہ اور غایت درجہ کے لذیذ اُس کے پہل ہوتے ہین کہ ہر یک
دیکھنے والے کو خدا یتعالیٰ کی پاک قدرت یاد آکر سبحان اللہ کہنا پڑتا ہی
سو یہ آیت ونفس وما سوّٰہا صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ انسان کامل اپنی معنے
اور کیفیت کی رو سے ایک عالم ہے اور عالم کبیر کے تمام شیون وصفات وخواص

بقیہ حاشیہ
دن کہین گے اور کبہی سات کبہی اسکا نام اتوار رکہین گے اور کبہی پیر اور کبہی ساون اور
کبہی بہادون ۔ کبہی اسوج کبہی کاتک غرض یہ سب سورج کے ہی نام ہین اور نفس انسان
بہی باعتبار مختلف تعینات اور مختلف اوقات ومقامات وحالات مختلف نامون سے موسوم ہو جاتا ہی کبہی
نفس زکیہ کہلاتا ہے اور کبہی امارہ کبہی لوامہ اور کبہی مطمئنہ غرض اُس کے بہی اتنے ہی نام

اجمالی طور پر اپنے اندر جمع رکھتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے شمس کی صفات سے شروع کر کے زمین تک جو ہماری سکونت کی جگہ ہے سب چیزون کے خواص اشارہ کے طور پر بیان فرمائے یعنے بطور قسمون کے اُنکا ذکر کیا بعد اس کے انسان کامل کے نفس کا ذکر فرمایا تا معلوم ہو کہ انسان کامل کا نفس اُن تمام کمالات متفرقہ کا جامع ہے جو پہلی چیزون مین جنکی قسمین کہائی گئین الگ الگ طور پر پائی جاتی ہین اور اگر یہ کہا جائے کہ خدا تعالے نے اپنی مخلوق چیزون کے جواس کے وجود کے مقابل پر بے بنیاد و ہیچ ہین کیون قسمین کھائین تو اسکا جواب یہ ہے کہ تمام قرآن شریف مین یہ ایک عام عادت وسنت الہی ہے کہ وہ بعض نظری امور کے اثبات وحقایق کے لئے ایسے امور کا حوالہ دیتا ہے جو اپنے خواص کا عام طور پر بین اور کُہلا کُہلا اور بدیہی ثبوت رکھتے ہین جیسا کہ اُسمین کسی کو بہی شک نہین ہو سکتا کہ سورج موجود ہے اور اُس کی دہوپ بہی ہے اور چاند موجود ہے اور وہ نور آفتاب سے حاصل کرتا ہے اور روز روشن بہی سب کو نظر آتا ہے اور رات بہی سب کو دکہائی دیتی ہے اور آسمان کا پول بہی سب کی نظر کے سامنے ہے اور زمین تو خود انسانون کی سکونت کی جگہ ہے اب چونکہ یہ تمام چیزین اپنا اپنا کہلا کہلا وجود اور کُہلے کُہلے خواص رکھتی ہین جنمین کسیکو کلام نہین ہو سکتا اور نفس انسان کا ایسی چہپی ہوئی اور نظری چیز ہے کہ خود اسکے وجود مین ہی صدہا جہگڑے برپا ہو رہے ہین بہت سے فرقے ایسے ہین کہ وہ اسبات کو مانتے ہی نہین کہ نفس یعنے روح انسان بہی کوئی مستقل اور قایم بالذات چیز ہے جو بدن کی مفارقت کے بعد ہمیشہ کے لئے قایم رہ سکتی اور جو بعض لوگ نفس کے وجود اور اُسکی بقا اور ثبات کے قائل ہین وہ بہی اُسکی باطنی استعدادات کا وہ قدر نہین کرتے جو کرنا چاہئے تھا بلکہ بعض تو اتنا ہی سمجہ بیٹھے ہین کہ ہم صرف اسی غرض کے لئے دنیا مین آئے ہین کہ حیوانات کی طرح کہانے پینے اور حظوظ نفسانی مین عمر بسر کرین وہ اس بات کو جانتے بہی نہین کہ نفس انسانی کسقدر اعلیٰ درجہ کی طاقتین اور قوتین اپنے اندر رکھتا ہے اگر وہ کسب کمالات کی طرف متوجہ ہو تو کیسے تہوڑے ہی عرصہ مین تمام عالم کے متفرق کمالات وفضائل و انواع پر ایک دایرہ کی طرح محیط ہو سکتا ہے سو اللہ جل شانہ نے اس سورہ مبارکہ مین

بقیہ حاشیہ ہین جسقدر سورج کے مگر بخوف طول اسیقدر بیان کرنا کافی سمجہا گیا۔ منہ

نفس انسان اور پھر اُس کے بے نہایت خواص فاضلہ کا ثبوت دینا چاہا ہے پس اول اُس نے خیالات کو رجوع دلانے کے لئے شمس اور قمر وغیرہ چیزون کے متفرق خواص بیان کر کے پھر نفس انسان کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ جامع اُن تمام کمالات متفرقہ کا ہے اور جس حالت مین نفس انسان مین ایسے اعلیٰ درجہ کے کمالات وخاصیات بہ تمامہا موجود ہین جو اجرام سماویہ اور ارضیہ مین متفرق طور پر پائے جاتے ہین تو کمال درجہ کی نادانی ہوگی کہ ایسے عظیم الشان اور مستجمع کمالات متفرقہ کی نسبت یہ وہم کیا جائے کہ وہ کچھ بھی چیز نہین جو موت کے بعد باقی رہ سکے یعنے جبکہ یہ تمام خواص جو ان مشہور ومحسوس چیزوں مین ہین جن کا مستقل وجود ماننے مین تمہین کچھ کلام نہین یہانتک کہ ایک اندہا بھی دہوپ کا احساس کر کے آفتاب کے وجود کا یقین رکھتا ہے نفس انسان مین سب کے سب یکجائی طور پر موجود ہین تو نفس کے مستقل اور قایم بالذات وجود مین تمہین کیا کلام باقی ہی کیا ممکن ہی کہ جو چیز اپنی ذات مین کچھ بھی نہین وہ تمام موجود بالذات چیزون کے خواص جمع رکھتی ہو اور اسجگہ قسم کہانیکی طرز کو اس وجہ سے اللہ جل شانہ نے پسند کیا ہے کہ قسم قایم مقام شہادت کے ہوتی ہے اسیوجہ سے حکام مجازی بھی جب دوسرے گواہ موجود نہون تو قسم پہ انحصار کردیتے ہین اور ایک مرتبہ کی قسم سے وہ فایدہ اُٹھا لیتے ہین جو کم سے کم دو گواہون سے اُٹھا سکتے ہین سو چونکہ عقلاً وعرفاً وقانوناً وشرعاً قسم شاہد کے قایم مقام سمجھی جاتی ہے لہذا اسی بناپر خدا تعالیٰ نے اسجگہ شاہد کے طور پر اُسکو قرار دیدیا ہے پس خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ قسم ہے سورج کی اور اُسکی دہوپ کی درحقیقت اپنے مرادی معنے یہ رکھتا ہی کہ سورج اور اسکی دہوپ یہ دونون نفس انسان کے موجود بالذات اور قایم بالذات ہونیکی شاہد حال ہین کیونکہ سورج مین جو جو خواص گرمی اور روشنی وغیرہ پائے جاتے ہین یہی خواص معہ شیئے زاید انسان کے نفس مین بھی موجود ہین مکاشفات کی روشنی اور توجہ کی گرمی جو نفوس کاملہ مین پائی جاتی ہے اُس کے عجائبات سورج کی گرمی اور روشنی سے کہین بڑہکر ہین سو جب کہ سورج موجود بالذات ہے تو جو خواص مین اس کا ہم مثل اور ہم پلہ ہین بلکہ اس سے بڑہکر یعنے نفس انسان وہ کیونکر موجود بالذات نہ ہوگا اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے۔ اس کے مرادی معنے یہ ہین کہ چاند اپنی اِس خاصیت کے ساتھ کہ وہ سورج سے بطور استفادہ نور حاصل کرتا ہے نفس انسان کے موجود بالذات اور قایم بالذات ہونے پہ شاہد حال ہے کیونکہ جس طرح چاند سورج

سے اکتساب نور کرتا ہے اسی طرح نفس انسان کا جو مستعد اور طالب حق ہے ایک دوسرے انسان کامل کی پیروی کر کے اس کے نور مین سے لے لیتا ہے اور اُس کے باطنی فیض سے فیضیاب ہو جاتا ہے بلکہ چاند سے بڑھکر استفادہ نور کرتا ہے کیونکہ چاند تو نور حاصل کر کے پھر چھوڑ بھی دیتا ہے مگر یہ کبھی نہین چھوڑتا پس جبکہ استفادہ نور مین یہ چاند کا شریک غالب ہوا اور دوسری تمام صفات اور خواص چاند کے اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ چاند کو تو موجود بالذات اور قایم بالذات مانا جاتے مگر نفس انسان کے مستقل طور پر موجود ہونے سے بکلی انکار کر دیا جائے غرض اسی طرح خدا تعالی نے ان تمام چیزون کو جنکا ذکر نفس انسان کی پہلے قسم کہا کر کیا گیا ہے اپنے خواص کے رو سے شواہد اور ناطق گواہ قرار دیکر اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نفس انسان واقعی طور پر موجود ہے اور اسی طرح ہر یک جگہ جو قرآن شریف مین بعض بعض چیزون کی قسمین کہائی ہین اُن قسمون سے ہر جگہ یہی مدعا اور مقصد ہے کہ تا امر بدیہہ کو اسرار مخفیہ کے لئے جو اُن کے ہمرنگ ہین بطور شواہد کے پیش کیا جائے لیکن اس جگہ یہ سوال ہوگا کہ جو نفس انسان کے موجود بالذات ہونے کے لئے قسمون کے پیرایہ مین شواہد پیش کئے گئے ہین اُن شواہد کے خواص بدیہی طور پر نفس انسان مین کہان پائے جاتے ہین اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ پائے جاتے ہین۔ اس وہم کے رفع کرنیکے لئے اللہ جل شانہ اس کے بعد فرماتا ہے۔ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا یعنے خدا تعالی نے نفس انسان کو پیدا کر کے ظلمت اور نورانیت اور ویرانی اور سرسبزی کی دونون راہین اُس کے لئے کھولدی ہین جو شخص ظلمت اور فجور یعنے بدکاری کی راہین اختیار کرے تو اوسکو اُن راہون مین ترقی کے کمال درجہ تک پہنچایا جاتا ہے یہان تک کہ اندہیری رات سے اُسکی سخت مشابہت ہو جاتی ہے اور بجز معصیت اور بدکاری اور پر ظلمت خیالات کے اور کسی چیز مین اُسکو مزہ نہین آتا ایسے ہی ہم صحبت اُسکو اچھے معلوم ہوتے ہین اور ایسے ہی شغل اُس کے جی کو خوش کرتے ہین اور اُسکی بدطبعیت کے مناسب حال بدکاری کے الہامات اُسکو ہوتے رہتے ہین یعنے ہر وقت بدچلنی اور بدمعاشی کے ہی خیالات اُسکو سوجھتے ہین کبھی اچھی خیالات اُسکے دل مین پیدا ہی نہین ہوتے اور اگر پرہیزگاری کا نورانی راستہ اختیار کرتا ہے تو اُس نور کو مدد دینے والے الہام اُسکو ہوتے رہتے ہین یعنے خدا تعالی اُس کے دلی نور کو جو تخم کی طرح اُس کے دل مین موجود ہے اپنے الہامات خاصہ سے کمال تک پہنچا دیتا ہے اور اُسکے روشن مکاشفات کی آگ کو افروختہ کر دیتا ہے تب وہ اپنے چمکتے ہوئے نور کو دیکھ کر اور

اُس کے افاضہ اور استفاضہ کی خاصیت کو آزما کر پورے یقین سے سمجھ لیتا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کی نورانیت مجھ مین ہی موجود ہے اور آسمان کے وسیع اور بلند اور پر کواکب ہونے کے موافق میرے سینہ مین انشراح صدر اور عالی ہمتی اور دل اور دماغ مین ذخیرہ روشن قوی کا موجود ہی جو ستارون کیطرح چمک رہی ہین تب اُسی اسبات کے سمجھنے کیلئے اور کسی خارجی ثبوت کی کچھ بھی ضرورت نہین ہوتی بلکہ اسکے اندر ہی ایک کامل ثبوتکا چشمہ ہر وقت جوش مارتا ہی اور اس کے پیاسے دل کو سیراب کرتا رہتا ہے اور اگر یہ سوال پیش ہو کر سلوک کے طور پر کیونکر ان نفسانی خواص کا مشاہدہ ہو سکے تو اس کے جواب مین اللہ جل شانہ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا یعنے جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور بکلّی رزایل اور اخلاق ذمیمہ سے دست بردار ہو کر خدا تعالےٰ کے حکمون کے نیچے اپنے تئین ڈالدیا وہ اُس مراد کو پہنچے گا اور اپنا نفس اُس کو عالم صغیر کیطرح کمالات متفرقہ کا مجمع نظر آئیگا لیکن جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہین کیا بلکہ بیجا خواہشون کے اندر گاڑ دیا وہ اس مطلب کے پانے سے نامراد رہیگا ماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ بلاشبہ نفس انسان مین وہ متفرق کمالات موجود ہین جو تمام عالم مین پائے جاتے ہین اور اُن پر یقین لانے کے لئے یہ ایک سیدہی راہ ہے کہ انسان حسب منشاء قانون الٰہی تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تزکیہ نفس کی حالتمین نہ صرف علم الیقین بلکہ حق الیقین کے طور پر ان کمالات مخفیہ کی سچائی کھل جائیگی پھر بعد اس کے اللہ جل شانہ ایک مثال کے طور پر ثمود کی قوم کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ اُنہون نے بباعث اپنے جبلّی سرکشی کے اپنے وقت کے نبی کو جھٹلایا اور اُس تکذیب کے لئے ایک بڑا بدبخت اُنمین سے پیش قدم ہوا اُس وقت کے رسول نے اُنہین نصیحت کے طور پر کہا کہ ناقۃ اللہ یعنے خدا تعالےٰ کی اُونٹنی اور اُس کے پانی پینے کی جگہ کا تعرض مت کرو۔ مگر اُنہون نے نہ مانا اور اُونٹنی کے پانون کاٹے سو اس جرم کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر موت کی مار ڈالی اور اُنہین خاک سے ملا دیا اور خدا تعالیٰ نے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ اُنکے مرنے کے بعد اُن کی بیوہ عورتون اور یتیم بچون اور بیکس عیال کا کیا حال ہوگا یہ ایک نہایت لطیف مثال ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کے نفس کو ناقۃ اللہ سے مشابہت دینے کے لئے اس جگہ لکھی ہی مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی درحقیقت اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تا وہ ناقۃ اللہ کا کام دیوے اسکی فنا فی اللہ ہونیکی حالتمین خدا تعالیٰ اپنی پاک تجلّی کے ساتھ اُس پر سوار ہو جیسے کوئی اُونٹنی پر سوار ہوتا ہے سو نفس پرست لوگون

کو حق سے موںھ پھیر رہے ہین تہدید اور انداز کے طور پر فرمایا کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی طرح ناقۃ اللہ کا سقیا یعنے اُس کے پانی پینے کی جگہ جو یاد الہی اور معارف الہی کا چشمہ ہے جس پر اس ناقہ کی زندگی موقوف ہے اُس پر بند کر رہے ہو اور نہ صرف بند بلکہ اُس کے پیر کاٹنے کی فکر مین ہو تا وہ خدا تعالےٰ کی راہون پر چلنے سے بالکل رہ جائے سو اگر تم اپنی خیر مانگتے ہو تو زندگی کا پانی اُس پر بند مت کرو اور اپنی بے جا خواہشون کے تیر وتبر سے اُس کے پیر مت کاٹو اگر تم ایسا کرو گے اور وہ ناقہ جو خدا تعالےٰ کی سواری کے لئے تمکو دی گئی ہے مجروح ہو کر مرجائیگی تو تم بالکل نکمے اور خشک لکڑی کی طرح متصور ہو کر کاٹ دیئے جاؤ گے اور پھر آگ مین ڈالے جاؤگے اور تمہارے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ تمہارے پس ماندون پر ہرگز رحم نہین کریگا۔ بلکہ تمہاری معصیت اور بدکاری کا وبال انکے بھی آگے آئیگا اور نہ صرف تم اپنے شامت اعمال سے مروگے بلکہ اپنے عیال واطفال کو بھی اسی تباہی مین ڈالو گے۔

ان آیات بینات سے صاف صاف ثابت ہو گیا کہ خداوند کریم نے انسان کو سب مخلوقات سے بہتر اور افضل بنایا ہے اور ملایک اور کواکب اور عناصر وغیرہ جو کچھ انسان مین اور خدا تعالیٰ مین بطور وسائط کے دخیل ہو کر کام کر رہے ہین وہ اُن کا درمیانی واسطہ ہونا انکی افضیلت پر دلالت نہین کرتا اور وہ اپنے درمیانی ہونیکی وجہ سے انسان کو کوئی عزت نہین بخشتے بلکہ خود انکو عزت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ایسی شریف مخلوق کی خدمت مین لگائے گئے ہین سو درحقیقت وہ تمام خادم ہین نہ مخدوم اور اسبارہ مین حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ نے کیا اچھا کہا ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکار اند	تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
این ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار	شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

اور پھر ہم بقیہ تقریر کیطرف عود کر کے کہتے ہین کہ ملایک اللہ جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہین ایک ہی درجہ کی عظمت اور بزرگی نہین رکھتے نہ ایک ہی قسم کا کام اُنہین سپرد ہے بلکہ ہر یک فرشتہ علیحدہ علیحدہ کامون کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے دنیا مین جس قدر تم تغیرات و انقلابات دیکھتے ہو یا جو کچھ کمن قوۃ سے حیز فعل مین آتا ہے یا جس

قدر ارواح و اجسام اپنے کمالات مطوبہ تک پہنچتے ہیں ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہی ہیں یا کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کی استعدادوں پر مختلف طور کے اثر ڈالتا ہے مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیّر سے تعلق رکھتا ہے اسکو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں انہیں خدمات کیموافق جو اس کے نیّر سے لئے جاتے ہیں سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر یک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثراندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے) لیکن اُس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظروف کی لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے نہایت بڑا دائرہ اوسکی روحانی تاثیرات کا وہ دائرہ ہے جو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے متعلق ہے اسیوجہ سے جو معارف وحقایق و کمالات حکمت وبلاغت قرآن شریف میں اکمل اور اتم طور پر پائے جاتے ہیں یہ عظیم الشان مرتبہ اور کسی کتاب کو حاصل نہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے (جیسا کہ پہلے بھی ہم اسکی طرف اشارہ کر چکے ہیں) کہ ہر یک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو قسم کی ہوتی ہے اول وہ تاثیر جو رحم میں ہونے کی حالتمیں باذنہٖ تعالیٰ مختلف طور کے تخم پر مختلف طور کا اثر ڈالتی ہے پھر دوسری وہ تاثیر جو بعد طیاری وجود کے اُس وجود کی مخفی استعدادوں کو اپنے کمالات ممکنہ تک پہونچانیکے لئے کام کرتی ہے اُس دوسری تاثیر کو جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یوں ہوتا ہے کہ جب ایک مستعد نفس اپنے نور ایمان اور نور محبت کے کمال سے مبدءِ فیوض کے ساتھ دوستانہ تعلق پکڑ لیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی زندگی بخش محبت اُس کی محبت پر پرتوہ انداز ہو جاتی ہے تو اس حد اور اس وقت تک جو کچھ انسان کو آگے قدم رکھنے کے لئے مقدور حاصل ہوتا ہے یہ دراصل اُس پہلی تاثیر کا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے فرشتہ نے انسان کی رحم میں ہونے کی حالتمیں کی ہوتی ہے پھر بعد اُس کے جب انسان اس پہلی تاثیر کی کشش سے یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہی فرشتہ از سر نو اپنا اثر نور سے بھرا ہوا اُس پر ڈالتا ہے مگر یہ نہیں کہ اپنی طرف سے بلکہ وہ درمیانی خادم ہونیکی وجہ سے اُس نالی کی طرح جو ایک طرف سے پانی کو کھینچتی اور دوسری طرف اُس پانی کو پہنچا دیتی ہے خدا تعالیٰ کا نور فیض اپنے اندر کھینچ لیتا ہے پھر ہمیں اُس وقتمیں کہ جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھدیتا ہے معاً اُس نالی

مین سے فیض وحی اُس کے اندر گرجاتا ہے یا یون کہو کہ اسوقت جبرئیل اپنا نورانی سایہ اُس مستعد دل پر ڈالکر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر رکھہ دیتا ہے تب جیسے اُس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبرئیل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے سو یہ نہین کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے بلکہ اُس کا عکس انسان کے آئینہ قلب مین نمودار ہوجاتا ہے مثلاً جب تم نہایت مصفی آئینہ اپنے مونہہ کے سامنے رکھہ دو گے تو موافق دائرہ مقدار اُس آئینہ کے تمہاری شکل کا عکس بلا توقف اُسمین پڑیگا یہ نہین کہ تمہارا مونہہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ مین رکھہ دیا جائیگا۔ بلکہ اُس جگہہ رہیگا جہان رہنا چاہیئے صرف اُس کا عکس پڑیگا اور عکس بھی ہر یک جگہ ایک ہی مقدار پر نہین پڑے گا بلکہ جیسی جیسی وسعت آئینہ قلب کی ہوگی اُسی مقدار کے موافق اثر پڑیگا مثلاً اگر تم اپنا چہرہ آرسی کے شیشہ مین دیکھنا چاہو کہ جو ایک چھوٹا سا شیشہ ایک قسم کی انگشتری مین لگا ہوا ہوتا ہے تو اگرچہ اُسمین بھی تمام چہرہ نظر آئیگا مگر ہر یک عضو اپنی اصلی مقدار سے نہایت چھوٹا ہو کر نظر آئیگا لیکن اگر تم اپنی چہرہ کو ایک بڑے آئینہ مین دیکھنا چاہو جو تمہاری شکل کے پورے انعکاس کے لئے کافی ہے تو تمہارے تمام نقوش اور اعضا چہرہ کے اپنے اصلی مقدار پر نظر آجائینگے پس یہی مثال جبریل کے تاثیرات کی ہے ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر جبریل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وہی جبریل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا ہے لیکن ان دونون وحیون مین وہی فرق مذکورہ بالا آرسی کے شیشے اور بڑے آئینہ کا ہے یعنے اگرچہ بظاہر صورت جبریل وہی ہے اور اُسکی تاثیرات بھی وہی مگر ہر یک جگہ مادہ قابلہ ایک ہی وسعت اور صفائی کی حالت پر نہین اور یہ جو اس جگہ مین نے صفائی کا لفظ بھی لکھدیا تو یہ اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جبریلی تاثیرات کا اختلاف صرف کمیت کے ہی متعلق نہین بلکہ کیفیت کے بھی متعلق ہے یعنے صفائی قلب جو شرط انعکاس ہے تمام افراد ملہمین کے ایک ہی مرتبہ تک پر کبھی نہین ہوتے جیسے تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہین رکھتے بعض آئینے ایسے اعلیٰ درجہ کے آبدار اور مصفی ہوتے ہین کہ پورے طور پر جیسا کہ چاہیئے دیکھنے والے کی شکل اُن مین ظاہر ہوجاتی ہے اور بعض ایسے کثیف اور مکدر اور پُرغبار اور دودآمیز جیسے ہوتے ہین کہ صاف طور پر اُنمین شکل نظر نہین آتی بلکہ بعض ایسے بگڑے ہوئے ہوتے ہین کہ اگر مثلاً اُن مین دونون لب نظر آوین تو ناک دکھائی

نہین دیتا اور اگر ناک نظر آگیا تو آنکھین نظر نہین آتین سو یہی حالت دلون کے آئینہ کی ہے جو نہایت درجہ کا مصفّیٰ دل ہے مصفّا طور پر انعکاس ہوتا ہے اور کسیقدر مکدّر ہے اُسمین اُسی قدر مکدّر دکہائی دیتا ہے اور اکمل اور اتم طور پر یہ صفائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو حاصل ہے ایسی صفائی کسی دوسرے دل کو ہرگز حاصل نہین۔

اس جگہ اس نکتہ کا بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ خدائے تعالیٰ جو علت العلل ہے جس کے وجود کے ساتھ تمام وجودون کا سلسلہ وابستہ ہے جب وہ کبھی مربیانہ یا قاہرانہ طور پر کوئی جنبش اور حرکت ارادی کسی امر کے پیدا کرنے کے لئے کرتا ہے تو وہ حرکت اگر اتم اور اکمل طور پر ہو تو جمیع موجودات کی حرکت کو مستلزم ہوتی ہے اور اگر بعض شیون کے لحاظ سے یعنے جزئی حرکت ہو تو اُسی کے موافق عالم کے بعض اجزا مین حرکت پیدا ہو جاتی ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ خدائے عزّوجل کے ساتھ اُسکی تمام مخلوقات اور جمیع عالمون کا جو علاقہ ہے وہ اُس علاقہ سے مشابہ ہے جو جسم کو جان سے ہوتا ہے اور جیسے جسم کے تمام اعضا روح کے ارادون کے تابع ہوتے ہین اور جس طرف روح جھکتی ہے اُسی طرف وہ جھک جاتے ہین یہی نسبت خدا تعالیٰ اور اُسکی مخلوقات مین پائی جاتی ہے۔ اگرچہ مین صاحب فصوص کی طرح حضرت واجب الوجود کی نسبت یہ تو نہین کہتا کہ خلق الاشیا وہو عینہا۔ مگر یہہ ضرور کہتا ہون کہ خلق الاشیا وہو کعینہا۔ ہذا العالم کصرحٍ ممرّدٍ من قواریر وماء الطاقت العظمیٰ یجری تحتہا ویفعل مایرید ویخیل فی عیون قاصرۃٍ کانّہا ہو ویحسبون الشمس والقمر والنجوم مؤثرات بذاتہا ولا مؤثر الّا ہو۔

حکیم مطلق نے میرے پر یہ راز سربستہ کہولدیا ہے کہ یہ تمام عالم معہ اپنی جمیع اجزاء کے اُس علت العلل کے کامون اور ارادون کی انجام دہی کے لئے سچ مچ اُس کے اعضاء کی طرح واقع ہے جو خود بخود قایم نہین بلکہ ہر وقت اُس روح اعظم سے قوت پاتا ہے جیسے جسم کی تمام قوتین جان کی طفیل سے ہی ہوتی ہین اور یہ عالم جو اُس وجود اعظم کے لئے قایم مقام اعضا کا ہے بعض چیزین اُس مین ایسی ہین کہ گویا اُس کے چہرہ کا نور ہین جو ظاہری یا باطنی طور پر اُس کے ارادون کے موافق روشنی کا کام دیتی ہین اور بعض ایسی چیزین ہین کہ گویا اُس کے ہاتھ ہین اور بعض ایسی ہین کہ گویا اُس کے پیر ہین اور بعض اُس کے سانس کی طرح ہین غرض یہ مجموعہ عالم خدا تعالیٰ کے لئے بطور ایک اندام کے واقعہ ہے اور تمام آب

وتاب اُس اندام کی اور ساری زندگی اُسکی اُسی روح اعظم سے ہے جو اُسکی قیوم ہے اور جو کچھ اُس قیوم کی ذات مین ارادی حرکت پیدا ہوتی ہو وہی حرکت اُس اندام کے کل اعضا یا بعض مین جیساکہ اُس قیوم کی ذات کا تقاضا ہو پیدا ہو جاتی ہے۔

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانیکے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہین کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جسکے بیشمار ہاتھ بیشمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور تندوی کیطرح اُس وجود اعظم کی تارین بھی ہین جو صفحہ ہستی کے تمام کنارون تک پھیل رہی ہین اور کشش کا کام دے رہی ہین یہ وہی اعضا ہین جنکا دوسرے لفظون مین عالم نام ہے جب قیوم عالم کوئی حرکت جزوی یا کلی کرے گا تو اُسکی حرکت کے ساتھ اُس کے اعضا مین حرکت پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہوگا اور وہ اپنے تمام ارادون کو انہین اعضا کے ذریعہ سے ظہور مین لائیگا نہ کسی اور طرح سے پس یہی ایک عام فہم مثال اُس روحانی امر کی ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ مخلوقات کی ہر ایک جزو خدا تعالیٰ کے ارادون کی تابع اور اُس کے مقاصد مخفیہ کو اپنے خادمانہ چہرہ مین ظاہر کر رہی ہے اور کمال درجہ کی اطاعت سے اُس کے ارادون کی راہ مین محو ہو رہی ہے۔ اور یہ اطاعت اس قسم کی ہرگز نہین ہے جسکی صرف حکومت اور زبردستی پر بنا ہو بلکہ ہر ایک چیز کو خدا تعالےٰ کی طرف ایک مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے اور ہر ایک ذرہ ایسا بالطبع اُسکی طرف جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک وجود کے متفرق اعضا اُس وجود کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہین پس درحقیقت یہی سچ ہے اور بالکل سچ کہ یہ تمام عالم اُس وجود اعظم کے لئے بطور اعضا کے واقعہ ہے اور اسی وجہ سے وہ قیوم العالمین کہلاتا ہے کیونکہ جیسی جان اپنے بدن کی قیوم ہوتی ہے ایسا ہی وہ تمام مخلوقات کا قیوم ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو نظام عالم کا بالکل بگڑ جاتا۔

ہر یک ارادہ اُس قیوم کا خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی دینی ہو یا دنیوی اسی مخلوقات کی توسط سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور کوئی ایسا ارادہ نہین کہ بغیر ان وسائط کے زمین پر ظاہر ہوتا ہو یہی قدیمی قانون قدرت ہے کہ جو ابتدا سے بندھا ہوا چلا آتا ہے مگر ان لوگون کی سمجھ پر سخت تعجب ہے کہ وہ ظاہری بارش ہونیکے لئے جو بادلون کے ذریعہ سے زمین پر ہوتی ہے بخارات مائیہ کا توسط ضروری خیال کرتے ہین اور خود بخود قدرت سے بغیر بادل کے بارش ہو جانا محال سمجھتے ہین لیکن الہام کی بارش کے لئے جو صاف دلون پر ہوتی ہے ملایک کے بادلون کا توسط جو عندالشرع ضروری ہے اُسپر جہالت کی نظر سے

ہنستے ہین اور کہتے ہین کہ کیا خدا تعالیٰ بغیر ملایک کے توسط کے خود بخود الہام نہین کر سکتا تھا وہ اس بات کے قایل ہین کہ بغیر توسط ہوا کے آواز سن لینا خلاف قانون قدرت ہے مگر وہ ہوا جو روحانی طور پر خدا تعالیٰ کی آواز کو ملہمون کے دلون تک پہنچاتی ہے اُس قانون قدرت سے غافل ہین وہ اس بات کو مانتے ہین کہ ظاہری آنکھون کی بصارت کے لئے آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہی مگر وہ روحانی آنکھون کے لئے کسی آسمانی روشنی کی ضرورت یقین نہین رکھتے۔

اب جبکہ یہ قانون الٰہی معلوم ہو چکا کہ یہ عالم اپنے جمیع قویٰ ظاہری و باطنی کیساتھ حضرت واجب الوجود کے لئے بطور اعضا کے واقعہ ہے اور ہر یک چیز اپنے اپنے محل اور موقعہ پر اعضا ہی کا کام دے رہی ہے اور ہر یک ارادہ خدا تعالیٰ کا اُنہین اعضا کے ذریعہ سے ظہور مین آتا ہے کوئی ارادہ بغیر ان کی توسط کے ظہور مین نہین آتا تو اب جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے وحی مین جو پاک دلون پر نازل ہوتی ہے جبریل کا تعلق جو شریعت اسلام مین ایک ضروری مسئلہ سمجھا گیا اور قبول کیا گیا ہے یہ تعلق بھی اسی فلسفہ حقہ پر ہی مبنی ہے جسکا ابھی ہم ذکر کر چکے ہین۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حسب قانون قدرت مذکورہ بالا یہ امر ضروری ہے کہ وحی کے القا یا ملکہ وحی کے عطا کرنیکے لئے بھی کوئی مخلوق خدا تعالیٰ کے الہامی اور روحانی ارادہ کو بمنصہ ظہور لانے کے لئے ایک عضو کیطرح بنکر خدمت بجا لاوے جیسا کہ جسمانی ارادون کے پورا کرنے کے لئے بجالا رہے ہین سو وہ وہی عضو ہے جسکو دوسرے لفظون مین **جبریل** کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو بہ تبعیت حرکت اُس وجود اعظم کے سچ مچ ایک عضو کی طرح بلا توقف حرکت مین آجاتا ہے یعنے جب خدا تعالیٰ محبت کرنے والے دل کی طرف محبت کے ساتھ رجوع کرتا ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا جسکا ابھی بیان ہو چکا ہے جبریل کو بھی جو سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور کیطرح خدا تعالیٰ سے نسبت رکھتا ہے اُس طرف ساتھ ہی حرکت کرنی پڑتی ہے یا یون کہو کہ خدا تعالیٰ کی جنبش کیساتھ ہی وہ بھی بلا اختیار و بلا ارادہ اسی طور سے جنبش مین آجاتا ہے کہ جیسا اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری امر ہے پس جب جبریلی نور خدا تعالیٰ کی کشش اور تحریک اور نفخہ نورانیہ سے جنبش مین آجاتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہئے محبت صادق کے دل مین منقش ہو جاتی ہے اور اُسکی محبت صادقہ کا ایک عرض

لازم ٹہر جاتی ہے تب یہ قوۃ غذاء تعالیٰ کے آواز سُننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے اور اُس کے عجائبات کے دیکھنے کے لئے آنکھون کی قایم مقام ہو جاتی ہے اور اُس کے الہامات زبان پر جاری ہونیکے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے اور جب تک یہ قوت پیدا نہ ہو اُسوقت تک انسان کا دل اندہی کیطرح ہوتا ہے اور زبان اُس ریل کی گاڑی کی طرح ہوتی ہے جو چلنے والے انجن سے الگ پڑی ہو لیکن یاد رہے کہ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہریک دل مین یکسان برابر پیدا نہین ہوتی بلکہ جیسے انسان کی محبت کامل یا ناقص طور پر ہوتی ہے اُسی اندازہ کیموافق یہ جبریلی نور اُس پر اثر ڈالتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ روح القدس کی قوت جو دونون محبتون کے ملنے سے انسان کے دلمین جبریلی نور کے پرتوہ سے پیدا ہو جاتی ہے اُس کے وجود کے لئے یہ امر لازم نہین کہ ہروقت انسان خدا تعالیٰ کا پاک کلام سُنتا ہی رہے یا کشفی طور پر کچھ دیکھتا ہی رہے بلکہ یہ تو انوار سماویہ کے پانے کے لئے اسباب قریبہ کیطرح ہے یا یون کہو کہ یہ ایک روحانی روشنی روحانی آنکھون کے دیکھنے کے لئے یا ایک روحانی ہوا روحانی کانون تک آواز پہونچانے کے لئے منجانب اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی چیز سامنے موجود نہ ہو تو مجرد روشنی کچھ دکھا نہین سکتی اور جب تک متکلم کے موہنہ سے کلام نہ نکلے مجرد ہوا کانون تک کوئی خبر نہین پہونچا سکتی سو یہ روشنی یا یہ ہوا روحانی حواس کے لئے محض ایک آسمانی موید عطا کیا جاتا ہے جیسے ظاہری آنکھون کے لئے آفتاب کی روشنی اور ظاہری کانون کے لئے ہوا کا ذریعہ مقرر کیا گیا ہی اور جب باریتعالیٰ کا ارادہ اس طرف متوجہ ہوتا ہی کہ اپنا کلام اپنے کسی ملہم کے دل تک پہنچاوے تو اُسکی اس متکلمانہ حرکت سے معاً جبریلی نور مین القا کے لئے ایک روشنی کیموج یا ہوا کیموج یا ملہم کی بتحریک لسان کے لئے ایک حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے اور اُس تموج یا اُس حرارت سی بلا توقف وہ کلام ملہم کی آنکھون کے سامنے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہی یا کانون تک اُسکی آواز پہنچتی ہے یا زبان پر وہ الہامی الفاظ جاری ہوتے ہین اور روحانی حواس اور روحانی روشنی جو قبل از الھام ایک قوت کی طرح ملتی ہے یہ دونون قوتین اس لئے عطا کیجاتی ہین کہ تا قبل از نزول الھام الھام کے قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے کیونکہ اگر الہام ایسی حالت مین نازل کیا جاتا کہ ملہم کا دل

حواس روحانی سے محروم ہوتا یا روح القدس کی روشنی دل کی آنکھہ کو پہنچی نہ ہوتی تو وہ الہام الٰہی کو کن آنکھوں کی پاک روشنی سے دیکھہ سکتا سو اسی ضرورت کی وجہ سے یہ دونوں پہلے ہی سے ملہمین کو عطا کی گئین اور اس تحقیق سے یہ بھی ناظرین سمجھہ لین گے کہ وحی کے متعلق جبریل کے تین کام ہین۔

اوّل یہ کہ جب رحم مین ایسے شخص کے وجود کے لئے نطفہ پڑتا ہے جسکی فطرت کو اللہ جلّشانہٗ اپنی رحمانیت کے تقاضا سے جس مین انسان کے عمل کو کچھہ دخل نہین ملہمانہ فطرت بنانا چاہتا ہے تو اُس پر اُسی نطفہ ہونیکی حالتمین جبریلی نور کا سایۂ ڈال دیتا ہے تب ایسے شخص کی فطرت منجانب اللہ الہامی خاصیت پیدا کر لیتی ہے اور الہامی حواس اُسکو مل جاتے ہین۔

پھر **دوسرا** کام جبریل کا یہ ہے کہ جب بندہ کی محبت خدائیتعالیٰ کی محبت کے زیر سایہ آپڑتی ہے تو خدائیتعالیٰ کی مربیانہ حرکت کی وجہ سے جبریلی نور مین بھی ایک حرکت پیدا ہو کر محبّ صادق کے دلپر وہ نور جا پڑتا ہے یعنے اُس نور کا عکس محبّ صادق کے دلپر پڑکر ایک عکسی تصویر جبریل کی اُسمین پیدا ہو جاتی ہے جو ایک روشنی یا ہوا یا گرمی کا کام دیتی ہے اور بطور ملکہ الہامیہ کے ملہم کے اندر رہتی ہے ایک سرا اُسکا جبریل کے نور مین غرق ہوتا ہے اور دوسرا ملہم کے دل کے اندر داخل ہو جاتا ہے جسکو دوسرے لفظون مین روح القدس یا اُسکی تصویر کہہ سکتے ہین۔

تیسرا کام جبریل کا یہ ہے کہ جب خدائیتعالیٰ کیطرف سے کسی کلام کا ظہور ہو تو ہوا کیطرح موج مین آکر اس کلام کو دل کے کانون تک پہنچا دیتا ہے یا روشنی کے پیرایہ مین افروختہ ہو کر اُسکو نظر کے سامنے کر دیتا ہے یا حرارت محرکہ کے پیرایہ مین تیزی پیدا کر کے زبان کو الہامی الفاظ کی طرف چلاتا ہے۔

اس جگہ مین اُن لوگون کا وہم بھی دور کرنا چاہتا ہون جو ان شکوک اور شبہات مین مبتلا ہین جو اولیا اور انبیاء کے الہامات اور مکاشفات کو دوسرے لوگون کی نسبت کیا خصوصیت ہو سکتی ہے کیونکہ اگر نبیون اور ولیون پر امور غیبیہ کہلتے ہین تو دوسرے لوگون پر بھی کبھی کبھی کہلجاتی ہین بلکہ بعض فاسقون اور غایت درجہ کے بدکارون کو بھی سچی خوابین آجاتی ہین بلکہ بعض پرلے درجہ کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے ایسے مکاشفات بیان کیا کرتے ہین کہ آخر وہ سچے نکلتے ہین پس جبکہ اُن لوگون کے ساتھہ جو اپنے تئین نبی یا کسی اور خاص درجہ کے آدمی تصور کرتے ہین ایسے ایسے بدچلن آدمی بھی شریک ہین جو بدچلنیون اور بدمعاشیون مین چھٹے ہوئے

اور شہرہ آفاق ہین تو نبیون اور ولیون کی کیا فضیلت باقی رہی سو مین اس کے جواب مین کہتا ہون کہ درحقیقت یہ سوال جس قدر اپنی اصل کیفیت رکہتا ہے وہ سب درست اور صحیح ہے اور جبرئیلی نور کا چہیالیسوان حصہ تمام جہان مین پہیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بہی باہر نہین بلکہ مین یہانتک مانتا ہون کہ تجربہ مین آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریون کے گروہ مین سے ہے جسکی تمام جوانی بدکاری مین ہی گذری ہے کبہی سچی خواب دیکہہ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبہی ایسی رات مین بہی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکہہ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکہنا چاہیئے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تہا کیونکہ جبرئیلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد اُنکی اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا مین ایسا نہین کہ بالکل تاریک ہو کم سے کم ایک ذرہ سی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنی سی ادنی سرشت مین بہی ہے اس صورت مین نہایت ضروری تہا کہ تمام بنی آدم پر یہانتک کہ انکے مجانین پر بہی کسیقدر جبرئیل کا اثر ہوتا اور فی الواقعہ ہے بہی کیونکہ مجانین بہی جنکو عوام الناس مجذوب کہتے ہین اپنے بعض حالات مین بوجہ اپنی ایک طور کے انقطاع کے جبرئیلی نور کے نیچے جا پڑتے ہین تو کچہہ کچہہ اُنکی باطنی آنکہون پر اس نور کی روشنی پڑتی ہے جس سے وہ خدا تعالی کے تصرفات خفیہ کو کچہہ کچہہ دیکہنے لگتی ہے مگر ایسی خوابون یا ایسے مکاشفات سے نبوت اور ولایت کو کچہہ صدمہ نہین پہونچتا اور اُنکی شان بلند مین کچہہ بہی فرق نہین آتا اور کوئی التباس حیران کرنے والا واقعہ نہین ہوتا کیونکہ درمیان مین ایسا فرق بین ہے کہ جو بدیہی طور پر ہر یک سلیم العقل سمجہہ سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خواص اور عام کی خوابین اور مکاشفات اپنی کیفیت اور کمیت اتصالی و انفصالی مین ہرگز برابر نہین ہین جو لوگ خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہین وہ خارق عادت کے طور پر نعمت غیبی کا حصہ لیتے ہین دنیا ان نعمتون مین جو اُنہین عطا کیجاتی ہین صرف ایسے طور کی شریک ہے جیسے شاہ وقت کے خزانہ کے ساتہ ایک گدا دریوزہ گر ایک درم کے حاصل رکہنے کیوجہ سے شریک خیال کیا جائے لیکن ظاہر ہے کہ اس ادنی مشارکت کیوجہ سے نہ بادشاہ کی شان مین کچہہ شکست آسکتی ہے اور نہ اُس گدا کی کچہہ شان بڑہ سکتی ہے اور اگر ذرہ غور کر کے دیکہو تو یہ ذرہ مثال مشارکت ایک کرم شب تاب بہی جسکو پٹ بیجنا یا جگنو بہی کہتے ہین آفتاب کے ساتہ رکہتا ہے تو کیا وہ اس مشارکت کیوجہ سے آفتاب کی عزت

مین سے کوئی حصہ لیسکتا ہے سو جاننا چاہیئے کہ درحقیقت تمام فضیلتین باعتبار اعلیٰ درجہ کی کمال کے جو کمیت اور کیفیت کے رو سے حاصل ہو پیدا ہوتی ہین یہ نہین کہ ایک حرف کی شناخت سے ایک شخص فاضل اجل کا ہم پایہ ہو جائیگا یا اتفاقاً ایک مصرعہ بن جانے سے بڑے شاعرونکا ہم پلہ کہلائیگا۔ ذرہ مثال شراکت سے کوئی نوع حکمت یا حکومت کے خالی نہین اگر ایک بادشاہ سارے جہان کی حکومت کرتا ہی تو ایسا ہی ایک مزدور آدمی اپنی جھونپڑی مین اپنی بچون اور اپنی بیوی پر حاکم ہی۔ رہی یہ بات کہ خدا تعالیٰ نے نیک بختون اور بدبختیون مین مشارکت کیون رکھی اور تخم کے طور پر غافلین کے گروہ کو نعمت غیبی کا کیون حصہ دیا اس کا جواب یہ ہی کہ الزام اور اتمام حجت کیلیئے تا اس تخمی شراکت کیوجہ سے ہر یک منکر کاملون کی حالت کا گواہ ہو جائے کیونکہ جبکہ وہ اپنی چھوٹے سے دائرہ استعداد مین کچھ نمونہ اُن باتون کا دیکھتا ہے جو اُن کاملون کی زبان سے سُنتا ہے پس اس تھوڑی سی جھلک کیوجہ سے اس کے لئے یہ ممکن نہین کہ اپنی سچی دل سے اُن الہامی امور کو بکلی غیر ممکن سمجھے سو وہ اس روحانی خاصیت کا ایک ذرا سا نمونہ اپنے اندر رکھنے کیوجہ سے خدا تعالیٰ کے الزام کے نیچے ہی جسکے رو سے بحالت انکار وہ پکڑا جائیگا جیسا کہ آجکل کے آریہ خیال کر رہے ہین کہ خدا تعالیٰ نے چارون ویدون کو نازل کر کے پھر یک لخت ہمیشہ کیلیئے الہامات کی صف کو لپیٹ دیا ہی۔ مگر خدا تعالیٰ کا قانون قدرت اُنہین ملزم کرتا ہے جبکہ وہ بچشم خود دیکھتے ہین کہ یہ سلسلہ انکشافات غیبیہ کا ابتک جاری ہی اور اُنہین سی فاسق آدمی بہی کبھی کبھی سچی خوابین دیکھ لیتے ہین پس ظاہر ہے کہ وہ خدا جسنے اپنا روحانی فیض نازل کرنیسے اس زمانہ کے فاسقون اور دنیا پرستون کو بہی محروم نہین رکھا اور سانپر بھی باوجود فقدان کامل مناسبت کے کبھی کبھی رشحات فیض نازل کرتا ہے تو اپنی نیک بندون پر جو اسکی مرضی پر چلین اور اکمل اور اتم طور پر اُس سی مناسبت رکھین کیا کچھ نازل کرتا نہین ہوگا اور ایک بھید اس تخمی مشارکت مین یہ ہی کہ تا ہر یک شخص کو وہ کیسا ہی فاسق اور بدکار یا کافر خونخوار ہو اس مشارکت پر غور کرنیسے سمجھ لیوی کہ خدا تعالیٰ نے اُسی ہلاک کرنیکے لئے پیدا نہین کیا بلکہ اُس نے اُس کے اندر ترقی کی راہ رکھی ہی اور اُسکو بہی تخم کیطور پر ایک نمونہ دیا ہے جسمین وہ آگے قدم بڑھا سکتا ہی اور وہ فطرتاً خدا تعالیٰ کی خوان نعمت سی محروم نہین ہین ہان اگر آپ بے راہی اختیار کر کے اُس نور کو جو اُس کے اندر رکھا گیا ہی غیر مستعمل چھوڑ کر آپ محروم بنجاوی اور اُن طبعی طریقون کو جو نجات پانے کے طریق ہین دیدہ و دانستہ چھوڑ دیوے تو یہ خود اُس کا ساختہ پرداختہ ہے جس کا بد نتیجہ اُسے بھگتنا پڑے گا۔

یاد دہانی

جو کچھہ ہمنے رسالہ فتح اسلام مین آلہی کارخانہ کے بارے مین جو خداوند عزوجل کیطرف سے ہمارے سپرد ہوا ہے پانچ شاخون کا ذکر کرکے دینی مخلصون اور اسلامی ہمدردون کی ضرورت امداد کے لئے لکھا ہے اُسکی طرف ہماری باخلاص اور پرجوش بھائیون کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیے کہ تا یہ سب کام باحسن طریق شروع ہو جائین ؁

(الراقم مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور)

اطلاع بخدمت علماء اسلام

جو کچھہ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے مین لکھا ہے یہ مضمون متفرق طور پر تین رسالون مین درج ہے یعنے فتح اسلام اور توضیح مرام اور ازالہ اوہام مین پس مناسب ہے کہ جبتک کوئی صاحب ان تینون رسالون کو غور سے نہ دیکھہ لین تب تک کسی مخالفانہ رائے ظاہر کرنیکے لئے جلدی نہ کرین۔ والسلام علی من اتبع الھدٰے ؁

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد

التماس
ہماری مطبع کی فہرست کتب رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۹ و ۴۰ پر درج ہے ۱۹۰ جلد خریدنا چاہین خاکسار سے طلب فرماوین

خاکسار شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۰ء

بقلم شیخ ظہور احمد کاتب ۱۰ اگست ۱۸۹۰ء